مولانا عبدالوہابؒ محدث دہلوی (بانی جماعت)

مولانا عبدالستار محدث دہلوی (امام ثانی)

مولانا عبدالجلیل خان محدث دہلوی (نائب امام جماعت)

مولانا عبدالغفار سلفی (امام ثالث)

نور اللہ مرقدھم

مرتبہ: محمد رمضان یوسف سلفی

شعبہ نشر و اشاعت
جماعت غرباء اہل حدیث (رجسٹرڈ) پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُذْكُرُوا مَوْتَاكُمْ بِخَيْرٍ (الحديث)

چار اللہ کے ولی

تذکرہ علمائے جماعت غرباء اہلِ حدیث

مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی (بانی جماعت)
مولانا عبدالستار محدث دہلوی (امام ثانی)
مولانا عبدالجلیل خان محدث دہلوی (نائب امام جماعت)
مولانا عبدالغفار سلفی (امام ثالث)

نور اللہ مرقدھم

مرتبہ: محمد رمضان یوسف سلفی
ایڈیٹر ماہنامہ صدائے ہوش لاہور

شعبہ نشر و اشاعت
جماعت غرباء اہل حدیث (رجسٹرڈ) پاکستان
مرکزی مسجد شارع محمد بن قاسم۔ کراچی ۱
فون: 2628102 ویب سائیٹ: www.jgai.org

ملنے کا پتہ:
مکتبۃ الوسیلہ (ناشران اسلامی کتب)
حدیث محل آئی ایم نمبر لبس روڈ کراچی

ہدیہ اشاعت فنڈ دس روپے

حرفے چند

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی میرے ان عزیز القدر دوستوں میں سے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے شخصیات پر لکھنے کے ذوق سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ وہ جس شخصیت سے متعلق لکھتے ہیں، نہایت سلیقے اور ہنرمندی سے اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کے مضامین و مقالات مختلف جرائد و رسائل کے ذریعے سے ہماری معلومات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ سلفی صاحب ماہنامہ ''صدائے ہوش'' (لاہور) کے شعبہ ادارت سے منسلک ہیں۔ لہٰذا ان کے مضامین بالعموم معرضِ اشاعت میں آتے ہیں۔ ''صدائے ہوش'' جماعت اہل حدیث کا ایک مؤقر علمی رسالہ ہے جو کئی سال سے ہمارے قابل احترام دوست مولانا محمد ادریس ہاشمی کی نظامت و ادارت میں باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔

نہایت خوشی کی بات ہے کہ سلفی صاحب کے بہت سے مقالات میں سے چند مقالے کتابی شکل میں شائع ہو رہے ہیں۔ یہ مقالے حضرت مولانا حافظ عبدالوہاب دہلوی، مولانا حافظ عبدالستار دہلوی، مولانا حافظ عبدالغفار سلفی اور مولانا عبدالجلیل خاں دہلوی کے کوائف حیات پر مشتمل ہیں۔ ان مقالات میں ان بزرگان دین کے تفصیلی حالات، ان کی خدمات، گوناگوں کے ساتھ مرقوم ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب دلچسپی سے پڑھی جائے گی اور اس کے مندرجات سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

برصغیر میں علمائے اہل حدیث نے درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تبلیغ و تقریر، مناظرات و مباحث اور سیاسیات کے شعبوں میں بے حد خدمات انجام دی ہیں، جن کا اجاگر کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی کا بھلا کرے کہ وہ جماعت کے بزرگان عالی مقام کی ان خدمات کا تذکرہ بہترین اسلوب و انداز میں ضبط تحریر میں لا رہے ہیں۔ امید ہے کہ وہ یہ سلسلہ جاری رکھیں گے اور اپنے قارئین کو مستفید فرماتے رہیں گے۔

عام طور سے مقالہ نگار حضرات لکھتے وقت منفی انداز اختیار کر لیتے ہیں اور دوسروں کی مخالفت پر اتر آتے ہیں لیکن سلفی صاحب کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی بات مثبت اسلوب میں اپنے قارئین تک پہنچاتے ہیں اور کسی کی مخالفت سے گریز کرتے ہیں۔ یہی موثر اور صحیح اسلوب ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت سے نوازے رکھے اور وہ جماعت کے اسلاف کی دینی مساعی سے لوگوں کو شناسا کراتے رہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی۔ ساندہ روڈ۔ لاہور

۲؍اپریل ۲۰۰۲ء

۱۸؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

تاریخ سازی

تاریخ......وہ سرمایۂ اقوام ہے کہ اگر اسے محفوظ کرلیا جائے تو اس قوم کا مستقبل اس کی روشنی میں تابناک بنایا جاسکتا ہے اور اگر اسے ضائع کردیا جائے تو قوم کا مستقبل تاریک ہوجاتا ہے۔ تاریخ وسوانح کا مربوط اور محقق سلسلہ اسلام کا مرہونِ منت ہے۔ طلوع اسلام سے قبل اس کا تصور تک موجود نہ تھا۔ قرآن مجید اور حدیث مطہرۂ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے اہتمام کی یہ برکتیں ہیں کہ کروڑوں رجال اسلام کے سوانح محفوظ ہوگئے' نہ صرف قیامت تک کے لئے محفوظ ہوگئے بلکہ تحقیق رواۃ وانساب کی ایسی روایت قائم کی گئی کہ مغرب کے مؤرخ ومحقق سرگرداں وحیران وپریشان ہوگئے اور مسلمان مؤرخ اس سے روگردانی وانحراف کا تصور تک نہ کرسکے۔

☆ تاریخ وسوانح کی یہ اہمیت وضرورت ہی تھی کہ اسلام اور اسلامیوں کی کم وبیش سوا چودہ سو سالوں کی سالوں' مہینوں' دنوں اور لمحوں کی جزئیات تک آج محفوظ ہیں بلکہ طلوع آفتاب نبوت کی پہلی گم شدہ تاریخ کو تلاش کرکے ایک مرتب سلسلہ کی صورت میں محفوظ کردیا گیا۔

☆ ''تاریخ سازی'' کے اس گھناؤنے وار سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی تاریخ خود لکھیں' جو دبیز تہیں ہماری تابناک تاریخ پر ہماری غفلت کی وجہ سے جم چکی ہیں ہم خود ہی اس کو بڑے حزم واحتیاط کے ساتھ ہٹا کر اپنی سنہری اور بے مثال تاریخ کو نکھاریں اور محفوظ کرلیں۔

☆ کچھ عرصہ سے خوش قسمتی سے اس ''جرم'' کی تلافی کی کوششیں ہونے لگی ہیں گو کہ وہ برائے نام ہی سہی تاہم نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے' انہی مساعیٔ حسنہ کی ایک کڑی' زیر نظر یہ مختصر مگر انتہائی اہمیت کی حامل کتاب ہے جس میں سلسلۂ سلفیہ کی چار نادر اور بانی شخصیات (مولانا عبدالوہاب دہلوی' مولانا عبدالستار دہلوی' مولانا عبدالرحمٰن سلفی' مولانا عبدالغفار سلفی' مولانا عبدالجلیل خاں دہلوی) کا تذکرہ جمیل ہے' جسے ہمارے مخدوم محترم محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔ جس میں ان اکابر اور سلسلہ سلفیہ (جماعت غرباء اہل حدیث) کے بارے میں ہمیں متعارف کرایا گیا ہے اور اولین کوشش کے حوالے سے اچھی خاصی معلومات مہیا کردی گئی ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

☆ سلسلہ سلفیہ کے اکابرین کی معلوم ومعروف تاریخ کے حوالے سے جماعت غرباء اہل حدیث کا آغاز بانی سلسلہ امام عبدالوہاب رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ نے ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء کے لگ بھگ فرمایا۔ امام صاحب اپنے وقت کے ہر سہ ممتاز ومنفرد وبے مثال مراکز علوم ومعرفت (امام المحدثین امام میاں محمد نذیر حسین دہلوی (دہلی)' امام المتقین امام سید محمد عبداللہ غزنوی (امرتسر اور امام

المصلحین امام حافظ محمد لکھوی (لکھوکے) نور اللہ مراقدھم) سے براہ راست فیض یافتہ تھے اس نیّر تاباں کی اپنی چمک دمک کیا ہوگی اور اس کی ضیا پاشیاں کیسی انوکھی ہوں گی یہ جاننے والے ہی جانتے ہیں۔

اس سلسلہ کا تذکرہ رشید آپ کے سامنے ہے۔اللہ تعالیٰ جزاء خیر سے محترم رمضان سلفی صاحب کو کہ انہوں نے سلسلۂ رشد و ہدایت کی تاریخ کے لئے محفوظ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ان رجال ہائے عظمیٰ پر ان کے شایانِ شان بھاری بھرکم کتب تحریر میں آتیں۔(اے کاش) بہرحال غنیمت ہے کہ خشتِ اول رکھ دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کسی رجال کار کو اسے آگے بڑھانے کی توفیق دیدیں گے ان شاء اللہ۔اس سلسلہ میں موجودہ اکابر سلسلہ کو خصوصی اور فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ اب بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔اور مستقبل کی بھٹکنے والی نسلوں کی راہنمائی اور تاریخ سازی کی فریب کاریوں کے سد باب کا ذریعہ بنیں گے۔

خالد اشرف
مدیر اشرف الطباعۃ
فیصل آباد
محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
مارچ ۲۰۰۲ء

ابتدائیہ

برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام کے لئے اہل حدیث علماء نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہے وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔ مولانا حافظ عبدالوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی گروہِ باصفا کے معزز رکن تھے۔ انہوں نے اس خطہ ارض میں توحید وسنت کے فروغ اور عمل بالحدیث میں مثالی کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج مولانا عبدالوہاب دہلوی کا نام ابھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

مولانا خود بھی توحید وسنت کے داعی تھے اور انہوں نے اپنی اولاد کو بھی اسی راہ پر لگا دیا تھا۔ ان کی قائم کردہ ''جماعت غرباء اہل حدیث'' سوا سو سال سے اشاعت اسلام اور مسلک اہل حدیث کے فروغ میں برسرپیکار ہے۔ جبکہ خاندان عبدالوہاب کے معزز افراد احسن انداز سے خدمت دین کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ پیش نگاہ کتاب میں راقم نے جماعت غرباء اہل حدیث کے بانی مولانا عبدالوہابؒ دہلوی ان کے خلف مولانا حافظ عبدالستار دہلویؒ مولانا حافظ عبدالغفار سلفیؒ اور مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ (امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان) کے حالات وواقعات ضبط تحریر میں لانے کی سعی کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان عالی قدر بزرگوں کی خدمات جلیلہ تاریخ اہل حدیث کا جزو لاینفک ہے۔ امید ہے کہ میری اس اولین کاوش کو قارئین تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ نہایت شکر گزار ہوں میں اپنے استاذ گرامی ومولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ (مصنف نقوش عظمت رفتہ' بزم ارجمنداں' کاروان سلف' قافلہ علمائے حدیث) کا کہ جنہوں نے اس سلسلہ تحریر ونگارش میں میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ حضرت الامام مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی صاحب امیر جماعت اور مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب کی دعائیں اور دست شفقت بھی ہمیشہ شامل حال رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جزائے خیر دے اور ان کا سایہ تادیر جماعت پر قائم رکھے۔

میرے پیارے چھوٹے بھیا مولانا عبدالجبار سلفی مدیر مسئول صحیفہ اہل حدیث شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے اشاعتی ادارے مکتبہ ایوبیہ کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

اللہ تعالیٰ مصنف' ناشر اور دیگر معاونین کی اس مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے' آمین

محمد رمضان یوسف سلفی

ایڈیٹر صدائے ہوش۔ لاہور

یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

۱۶ر مارچ ۲۰۰۲ء

شیخ القرآن والحدیث، مجدد دین وملت۔ حامئ توحید وسنت ماحئ شرک وبدعت

حضرت مولانا امام عبدالوہاب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ

بانی جماعت غرباء اہل حدیث (کثراللہ سوادہم)

امام عصر مولانا عبدالوہاب دھلوی برصغیر ہندوپاک کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ ان کا شمار ان اکابر علمائے کرام میں ہوتا ہے جو بہ یک وقت متعدد اوصاف کے حامل تھے۔ ان کی خدمات بو قلموں کا دائرہ بڑا وسیع بلکہ ہمہ گیر ہے۔ انہوں نے خاص نہج سے قرآن کی خدمت کی اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کیا۔ وہ قرآن وسنت کے احکام وقواعد سے باخبر اور مروجہ علوم عربیہ کے رموز ونکات سے کامل آگاہی رکھتے تھے۔ ان کی علمی شہرت دیارِ ہند کے دور دراز علاقوں تک پہنچی جس سے متاثر ہوکر شائقینِ علم، علماء وطلباء کثیر تعداد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کے چشمہ علم سے سیراب ہونے لگے۔ انہوں نے اس خطۂ ارض کو اپنے فیضِ علم وفضل کی ضیاء پاشیوں سے بھر دیا۔ آپ اس گروہ باصفا کے وہ نیک نام بلند مرتبہ بزرگ تھے جن کا دائرہ درس وتدریس نہایت وسعت پذیر تھا۔ بے شمار علماء وطلباء نے ان سے استفادہ کیا جنہوں نے آگے چل کر مختلف بلادوامصار میں تدریس کی مسندیں آراستہ کیں اور جو علم انہوں نے اپنے جلیل القدر استاذ سے حاصل کیا تھا اس کو لوگوں میں پھیلانے اور عام کرنے کا ذریعہ بنے۔ جب بھی کوئی مورخ اس دور کے حالات حوالۂ قرطاس کرے گا تو وہ ان داعیان حق کا ذکر جمیل ضرور کرے گا۔ مولانا عبدالوہاب دھلوی نے اس پُر آشوب دور میں شعور کی آنکھ کھولی جب ارض ہند میں کئی اسلام دشمن عناصر تحریکیں اسلام کے خلاف برسرپیکار تھیں۔ وہ ہمہ تن ان کے خلاف سینہ سپر ہوگئے اور اسلام کی محافظت ومدافعت میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کردیں وہ دینی علوم کے ماہر بھی تھے اور ادیانِ باطلہ سے باخبر بھی' انہوں نے اپنی تگ وتاز سے اسلام کی خوب خدمت کی۔ بلاشبہ وہ جامع صفات عالم اور منبع فیوض شیخ ہونے کے سبب اپنے وقت کے امام تھے۔ علم وعمل' صلاح وتقویٰ' ورع وعفاف' عمل وکردار' علو اخلاق' عذوبت لسان' پاکیزگی قلب' شگفتہ مزاجی اور حلم وبردباری میں اپنی مثال آپ تھے۔ دینی وشرعی معاملات میں صلابت ان کی خصوصیت تھی' احکام الٰہی کے اجرا میں جری اور بے خوف تھے۔ بلکہ اس سلسلے میں کسی قسم کی نرمی اور مداہنت کے قائل نہ تھے۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وانسلاک' بدعات ورسومات سے تنفر اور عبادت الٰہی میں انہماک ان کی شخصیت کا خاص وصف تھا۔ کم گوئی' توکل علی اللہ اور تمکنت ووقار ان کا شیوہ تھا۔

احیائے سنت کے داعی اور عمل بالحدیث میں حریص تھے۔ تقویٰ وصالحیت کے نشان ان کے چہرے پر

نمایاں تھے۔ آئندہ سطور میں ہم ان کی زندگی کے مختصر حالات اور ان کے علمی و عملی کارناموں کی تگ و تاز کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں۔ سرزمینِ پنجاب مردم آفرین کے اعتبار سے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس میں جن عظیم المرتبہ شخصیتوں کو خلعت وجود سے نوازا' ان میں امام مولانا عبدالوہاب کا اسمِ گرامی نمایاں دکھائی دیتا ہے' جنہوں نے آگے چل کر "ملتانی" ثم "دھلوی" کی نسبت سے شہرت پائی اور انہیں مولانا عبدالوہاب دھلوی کہا جانے لگا۔

وہ پنجاب کے ایک دور دراز علاقے جھنگ (جس کی شہرت کا باعث ہیر ہے) میں واقع غیر معروف گاؤں (یا قصبہ) "واسو آستانہ" میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ ولادت کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ مولانا ممدوح نے اپنی وفات سے تین مہینے دس دن پہلے ۱۳۵۱ھ ماہِ ربیع الاول کے آخر میں وصیت کی تھی جو اسی سال ماہِ ربیع الثانی کے "صحیفہ اہلِ حدیث" میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ "میری عمر اس وقت ستر سال ہو گی" اس حساب سے ان کے ولادت کا سال ۱۲۸۰ یا ۱۲۸۱ اور عیسوی اعتبار سے ۱۸۶۳ء بنتا ہے بہر حال مولانا امام عبدالوہاب واسو آستانہ (ضلع جھنگ پنجاب) کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے' عبدالوہاب بن حاجی محمد بن میاں خوش حال بن میاں فتح بن میاں قائم۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس خانوادہ ذی علم کے خاندانی پس منظر کا اجمالی سا تذکرہ کر دیا جائے۔

ان کے آباؤ اجداد دینی و دنیوی لحاظ سے آسودہ اور اچھی حالت کے لوگ تھے۔ ان میں تقویٰ شعاری اور نیکی کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ مولانا مرحوم کے والدِ مکرم میاں حاجی محمد حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف تھے حالانکہ اس زمانے میں حج بیت اللہ کا عزم کرنا انتہائی مشکل تھا' کوئی آسودہ حال اور نیک طینت آدمی ہی حج کیلئے جاتا تھا تو یہ شواہد اس خاندان کی نیک نامی اور للہیت پر دال ہیں۔ مولانا عبدالوہاب کی عمر دو یا تین سال تھی کہ ان کے والد کسی وجہ سے "واسو آستانہ" کی رہائش ترک کر کے ضلع ملتان کے نواحی گاؤں "مبارک آباد" میں جا آباد ہوئے۔ مبارک آباد کی سکونت ان کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوئی۔

تعلیم کا آغاز:۔ عمر عزیز کے چھٹے سال میں ان کی تعلیم کا آغاز ہوا' پہلے انہیں گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھایا گیا انہوں نے تھوڑے عرصے میں ہی ناظرہ قرآن پڑھ لیا۔ اس کے بعد ان کے دل میں مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کا "داعیہ" ابھرا۔ اس وقت پنجاب میں دینی تعلیم کے دو بڑے مرکز تھے جن کی بر صغیر میں بڑی شہرت تھی۔ ایک مرکز لکھوکے' اور دوسرا امرتسر۔ لکھوکے ضلع فیروزپور میں چھوٹا سا گاؤں تھا' یہاں تفسیر محمدی' احوال الآخرت اور زینت الاسلام جیسی بہت سی شہرہ آفاق کتب کے مصنف حافظ محمد لکھوی اقامت گزیں تھے۔ انہوں نے اس گاؤں میں "جامعہ محمدیہ" کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا ہوا تھا۔ دارالعلوم میں قرآن و حدیث' فقہ و اصول' صرف و نحو اور منطق و فلسفہ کی کتب

انتہائی محنت سے پڑھائی جاتی تھیں چنانچہ مولانا عبدالوہاب دھلوی نے اپنے برادرِ صغیر مولانا نور محمد مرحوم کو لیکر "لکھوکے" کی طرف شدرحال کیا اور حضرت حافظ محمد لکھوی مرحوم کے آگے دوزانو ہو کر بیٹھے اور ان سے استفادہ کیا۔ یہاں سب سے پہلے انہوں نے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حفظ کی نعمت سے خوب نوازا تھا جو چیز ایک بار ان کے حافظے کی گرفت میں آجاتی وہ نکلنے نہ پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ تھوڑے عرصے میں ہی آپ نے قرآن حفظ کرلیا۔ اس کے بعد صرف و نحو کی کتب پڑھنا شروع کیں یہ سلسلہ درمیان میں ہی تھا کہ آپ امرتسر کیلئے عازم سفر ہوگئے۔ مدرسہ غزنویہ میں مولانا سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اکتساب علم کیا۔ اس مدرسے میں صرف و نحو کی تکمیل کی اور کتب حدیث بلوغ المرام، ریاض الصالحین وغیرہ پڑھیں۔ مدرسہ غزنویہ سلفیہ مولانا سید عبداللہ غزنوی نے قائم کیا تھا وہ خود اور ان کی اولاد حضرت امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی طلبائے علم کو مستفید فرماتے رہے۔ مولانا عبدالوہاب جامعہ محمدیہ لکھوکے اور مدرسہ غزنویہ سلفیہ میں دورانِ تعلیم حافظ محمد لکھوی اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کے علم و عمل، فضل و کمال اور تدین و تقویٰ سے بے حد متاثر ہوئے اور اس کے اثرات تمام عمر ان کے قلب وذہن اور فکر و عمل میں راسخ رہے۔

ان کی عمر پندرہ سال تھی کہ یہ دینی علوم و فنون کی بہت سی کتب پڑھ چکے تھے۔ اب انہوں نے حدیث کی انتہائی کتب پڑھنے کیلئے دہلی کا قصد کیا۔ اس موقع پر بھی ان کے چھوٹے بھائی نور محمد ہمراہ تھے۔ دہلی اس دور میں علم کا گہوارہ تھا، بہت سے اصحاب علم یہاں فروکش تھے اور انہوں نے درس و تدریس کی مسندیں آراستہ کر رکھی تھیں۔ اس بلدہ علم میں شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دھلوی رحمتہ اللہ علیہ مسند تدریسِ حدیث پر جلوہ افروز تھے۔ عرب و عجم کے بہت سے شائقین علم ان کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر ان سے تحصیل علم کر رہے تھے۔ ان کا اسلوب تعلیم نرالا تھا، بر صغیر کے ہر مسلکِ فقہی کے اہلِ حدیث، حنفی اور شیعہ حضرات کے اہل ذوق شائقین علم نے ان سے کتب حدیث پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا۔ مولانا عبدالوہاب اپنے بھائی نور محمد کے ساتھ حضرت میاں صاحب کے مدرسے پہنچے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، بڑی آسانی سے انہیں داخلہ مل گیا، رہائش کا مسئلہ تھا، اس میں بھی کوئی دقت پیش نہ آئی۔ دہلی میں نہر سعادت خان (اس جگہ کو اب ناولٹی کہتے ہیں) پر ایک مسجد تھی جسے "مسجد حفیظ اللہ خاں" کہا جاتا تھا۔ مولانا اس مسجد میں سکونت پذیر ہوگئے اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث حاصل کرنے لگے۔ جبکہ مسجد حفیظ اللہ خان میں مولانا ممدوح پانچ وقت کی نماز پڑھاتے اور مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے۔ اس کے علاوہ دونوں بھائی مسجد کے کنوئیں سے پانی کھینچ کر نمازیوں کے لئے وضو کا انتظام کرتے۔ پانچوں وقت کی نمازوں کے وضو کیلئے پانی کھینچنے کی اجرت آٹھ آنے ملتی تھی۔ جس کی اس زمانے میں بڑی قدر و قیمت تھی۔

دونوں بھائی ان پیسوں سے اپنی ضروریات کی اشیاء خریدتے اور کھانے پینے کا سلسلہ چلاتے۔ بعض مرتبہ اگر روٹی سالن خریدنے کی گنجائش نہ ہوتی تو پیسے دو پیسے کے بھنے ہوئے چنے لے لیتے یا پھر مولیاں اور گاجریں کھا کر گزارہ کرتے۔ ذہبئی وقت مولانا محمد اسحاق بھٹی رقمطراز ہیں کہ ...... یہ تھے ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے اس طرح کی انتہائی تنگ دستی کی حالت میں علم حاصل کیا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان شدید اذیت ناک حالات میں حاصل کردہ ان کا علم بہت ٹھوس اور پختہ تھا' اور ان علماء کی تحقیقات کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔ وہ علم بھی حاصل کرتے تھے محنت مزدوری بھی کرتے تھے' قرآن و حدیث کا درس بھی دیتے تھے اور نمازیں بھی پڑھاتے تھے۔ حضرت میاں صاحب اپنے اس شاگرد عبدالوہاب سے بہت خوش تھے' چونکہ وہ اخاذ ذہن رکھتے تھے' ذہین اور طباع طالب علم تھے اس لئے میاں صاحب ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے جن نامساعد اور کٹھن حالات میں دینی علوم کی تحصیل کی' ان کے اسی صبر و استقلال اور عالی ہمتی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم حدیث اور تفقہ فی الدین میں عروج و کمال عطا فرمایا۔ آپ کے استاذ محترم حضرت میاں صاحب بھی آپ کی علمی لیاقت اور کمال فہم کے معترف تھے۔ صدر بازار دہلی میں سرائے حافظ بنہ (اب اسے گاندھی مارکیٹ کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے) میں ایک مسجد واقع تھی۔ اسے حافظ بنہ کی مسجد کہا جاتا تھا۔ اس مسجد کے تمام نمازی حنفی مقلد تھے۔ ایک روز وہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی ان کی مسجد میں کسی ایسے طالب علم کو جمعہ پڑھانے کیلئے مقرر کر دیا جائے جو لوگوں کی ضروریات کے مطابق شرعی مسائل بھی بیان کر سکتا ہو اور اچھی تقریر بھی کرتا ہو۔ حضرت میاں صاحب نے اپنے لائق شاگرد مولانا عبدالوہاب کو سرائے حافظ بنہ کی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا۔ یہ شرعی مسائل سے بھی پوری طرح باخبر تھے اور اچھے خطیب و واعظ بھی تھے۔ انہوں نے وہاں خطبہ جمعہ کے علاوہ مسجد میں مشکوۃ کا درس بھی شروع کر دیا' مولانا اہلِ حدیث تھے اور وہ لوگ حنفی مقلد۔ ان کے درس و خطابت اور وعظ و تبلیغ کے اثرات تھوڑے ہی عرصے بعد ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور اس مسجد کے لوگوں نے مسلک اہلِ حدیث قبول کرنا شروع کر دیا۔ مبلغ اگر گفتگو کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو' علم کے ساتھ عمل کی دولت سے مالا مال ہو تو لوگ اس کی بات سنتے اور اثر قبول کرتے ہیں۔

آپ پر آزمائش :۔ مولانا کے درس و تقریر سے جہاں بہت سے لوگ متاثر ہوئے وہاں کچھ لوگوں نے بڑی تکلیف محسوس کی۔ چنانچہ وہ تعصب و عناد پر اتر آئے اور انہوں نے مولانا کو جسمانی تکلیف کی بجائے روحانی تکلیف پہنچانے کا عزم کر لیا۔ مولانا کا قیام سرائے حافظ بنہ کی مسجد میں تھا' انہیں نادر اور نایاب کتب جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ان کے پاس کئی نادر قلمی کتب بھی تھیں جو انہوں نے بڑی محنت سے نقل کی تھیں۔ کتب کا تمام ذخیرہ مسجد میں ہی تھا اور اس میں ساری کتابیں قرآن و حدیث اور فقہی مسائل کے متعلق

تھیں۔ ایک رات جبکہ مولانا کہیں گئے ہوئے تھے کہ متعصب ذہن کے حنفی لوگوں نے کتابیں اکٹھی کر کے کپڑوں میں باندھ کر مسجد کے کنوئیں میں پھینک دیں۔ صبح کے وقت مولانا کو پتا چلا تو انہوں نے کتابیں نکالنے کی کوشش کی۔ کچھ کتابیں تو نکال لی گئیں لیکن اکثر پانی سے بھیگ جانے کے باعث ضائع ہو گئیں۔ مولانا عبدالجلیل سامرودی اس واقعہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ...... ایک روز وہ علی الصبح مولانا کے ساتھ کشن گنج کو جاتے ہوئے اس کنوئیں کے پاس سے گزرے تو مولانا نے اس کنوئیں کے پاس لیجا کر دکھایا اور کہا کہ سرائے والوں نے اس میں میری کتابیں ڈال دی تھیں' میں نے جھانک کر دیکھا تو اس میں برابر اوراقِ کتب پراگندہ پانی میں نظر آرہے تھے میری آنکھیں بھر آئیں آپ کی تو میں کیا عرض کروں۔

حصول علم کے دوران اس طرح کے کئی اذیت ناک اور تکلیف دہ واقعات کا ان کو سامنا ہوا لیکن ان کے عزم وہمت اور پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی' آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور خوش روئی سے ان مصائب کا مقابلہ کیا۔

مولانا عبدالوہاب کو برصغیر کے درج ذیل چار چوٹی کے محدثین سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ آپ چودہ سال ان رفیع المرتبت حضرات کی خدمت میں رہے اور تمام علوم مروجہ اور فنون متداولہ کی ان سے تکمیل کی انیس بیس برس کی عمر میں مروجہ علوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

(۱)حافظ محمد لکھوی: سب سے پہلے حصول علم کیلئے ان کی خدمت میں لکھوکے پہنچے' کئی سال ان کی خدمت میں رہ کر زانوئے شاگردی تہ کیا۔ حضرت حافظ محمد لکھوی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۱۱ھ کو اپنے وطن لکھوکے میں وفات پائی۔

(۲)مولانا سید عبداللہ غزنوی: آپ نے اپنے ذوق علمی کے مطابق ان سے استفادہ کیا اور بعض کتب حدیث کی تکمیل کی مولانا غزنوی علیہ الرحمہ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ کو فوت ہوئے۔

(۳)میاں سید نذیر حسین محدث دھلوی کے باب علم پر رہ کر ان سے تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول وغیرہ کی کتب پڑھیں اور سند حاصل کی۔ حضرت میاں صاحب نے ۱۳۲۰ھ میں رخت سفر باندھا اور فردوس کو روانہ ہوئے۔

(٤)حضرت مولانا منصور الرحمن: حضرت امام شوکانی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا عبدالوہاب نے ان کی خدمت عالیہ میں بھی حاضری دی اور اکتساب علم کیا۔

اسلامی علوم سے فراغت کے بعد مولانا نے مستقل دہلی میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا' انہوں نے اپنے والد محترم حاجی محمد کو بھی یہیں پر بلا لیا۔ مولانا کی شادی بھی دہلی کے ایک نیک بزرگ حاجی نور الٰہی صندوق والے کی صاحبزادی محمدی بیگم سے ہو گئی تھی اب دلی سے تعلق اور بھی گہرا ہو گیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان کی بہت سی خوبیوں اور فہم و فراست سے نوازا تھا۔ دین اسلام کی سمجھ بوجھ اور علم حدیث کا حظ وافر ان

کے حصے میں آیا تھا۔ دقیق سے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی اور تطبیق احادیث میں انہیں حد درجہ کمال حاصل تھا۔ توحید و سنت کی اشاعت اور عمل بالحدیث کا جذبہ صادقہ رکھتے تھے۔ دور حاضر کے عظیم مصنف اور مورخ مولانا قاضی محمد اسلم سیف مرحوم (متوفی ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۶ء) صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ کے شمارے میں رقمطراز ہیں کہ ...... میاں صاحب کے تمام تلامذہ پورے خلوص، تندھی اور مستعدی سے سیماب صفت مسلک عمل بالحدیث کے لئے وقف تھے۔ ان تمام میں مولانا عبدالوہاب محدث ملتانی دھلوی مرحوم کے جذبہ فروغ عمل بالحدیث کا جہان ہی نرالا تھا۔ وُہ ہر وقت مسلک کی تبلیغ، سنت کے احیاء اور حدیث کی اشاعت میں پارے کی طرح مضطرب رہتے تھے۔ سونے پر سہاگہ کی کہاوت تو آپ نے سنی ہو گی۔ مولانا عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کی کیفیت وہی تھی یعنی اہلِ حدیث بجائے خود اپنے مسلک حقہ کے بارے میں خاصے ذکی الحس اور تیز تھے۔ امیر المجاہدین حضرت صوفی عبداللہؒ بانی دار العلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن، مولانا عبدالوہابؒ دھلوی کے شاگرد تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالوہاب میں یہ خوبی خاص کثرت سے ودیعت فرمائی تھی کہ جو طالب علم ان کی تربیت میں چند ہفتے گزار گیا وہ اس کے رگ و ریشے اور نس نس میں سنت کی محبت، حدیث کی عظمت، توحید کی پختگی اور عمل بالحدیث کی لگن پیدا کر دیتے تھے۔ اور ان کی محبت سے ان میں تمسک بالسنہ کا جذبہ موجزن ہو جاتا تھا۔ مولانا عبدالوہابؒ دھلوی اور ان کی تحریک غرباء اھلحدیث نے بڑے بڑے دینی کارنامے انجام دیئے۔ دھلی، یوپی، اتر پردیش، پنجاب و بنگال کے کئی ایک مقامات پر اس تحریک نے دین کے عظیم مراکز قائم کئے پورے شدومد اور جوش و خروش سے فکر اہلِ حدیث اور تحریک عمل بالحدیث کی تبلیغ کی۔ لوگوں کی طعن و تشنیع اور ملامت کی پرواکئے بغیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا احیاء کیا۔ اس سلسلے میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اس باب میں ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ دہلی میں ہندوؤں اور سکھوں کی شورش کے پیش نظر گورنمنٹ برطانیہ نے گائے کا ذبیحہ بند کر دیا۔

ہندوستان بھر میں یہ ایک ہی ماں کا لعل تھا جو پوری جرأت ایمانی، عزم و حوصلہ، اسلامی غیرت، دینی حمیت اور مومنانہ شجاعت و بسالت سے خم ٹھونک کر میدانِ عمل میں اترا اور برسرِ عام قربانی کے ایام میں گائیں ذبح کیں اور واضح کیا کہ یہ میرا دین ہے۔ میں کسی بھی گورنمنٹ کی دین کے معاملہ میں مداخلت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کار دعمل اور نتائج بھگتنے کیلئے تیار ہوں لیکن اس حلال کو حرام نہیں بننے دوں گا اور اس سنت رسول کو جان کی بازی لگا کر بھی زندہ رکھوں گا۔ یہ جذبہ احیاء سنت، ولولہ عمل بالحدیث، عزم فروغ مسلک اور داعیہ اشاعتِ توحید آپ نے اپنے تلامذہ میں بھی پیدا کیا۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامی گرامی علماء ہیں۔"

قاضی صاحب مرحوم نے ان مختصر الفاظ میں حضرت امام عبدالوہاب کی خدمات گوناگوں کو بیان کر کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے اللہ قاضی صاحب کو غریق رحمت کرے۔ مولانا مرحوم نے تحصیل علم کے بعد سن ۱۳۰۱ھ کے شروع میں دہلی کے محلّہ کشن گنج کی مسجد میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ قائم کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مولانا کے تبحر علمی اور درس و تدریس کا شہرہ چاردانگ عالم میں پھیل گیا اور متحدہ ہندوستان کے اطراف واکناف اور دور دراز علاقوں سے طلباء ان کے مدرسے میں آنے لگے اور مولانا سے حصول علم کرنے لگے۔ یہاں خطبہ جمعہ کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے جاری تھا اور درس و تدریس کا وسیع حلقہ بھی روز بروز مزید وسعت اختیار کرتا جارہا تھا۔ لیکن اس موقع پر حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ مولانا کو مدرسہ مسجد محلّہ کشن گنج سے دوسری جگہ لیجانا پڑا۔ اس کا علم جب آپ کے عقیدت مند حاجی عبدالغنی پنجابی کو ہوا تو انہوں نے صدر کے علاقے میں ایک وسیع پلاٹ خرید کیا۔ حاجی عبدالغنی پنجابی بڑے نیک اور متدین انسان تھے وملّتِ اسلام کی خدمت کا سچا جذبہ ان کے قلب وذہن میں پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اس خرید کردہ جگہ پر عظیم الشان مسجد بنوائی جو مسجد کلاں کے نام سے مشہور ہوئی' اس کے علاوہ مولانا کی رہائش کیلئے الگ سے بہت اچھا مکان تعمیر کروایا۔ مولانا وہاں چلے گئے اور درس و تدریس اور وعظ و خطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ صدر کا یہ علاقہ شرک وبدعت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں لپٹا ہوا تھا۔ مولانا نے اپنے وعظ اور خطبہ جمعہ میں نتھری ہوئی توحید بیان کرنا شروع کی اور سنت کی اہمیت کو اجاگر کیا' اور ساتھ ہی ساتھ مناہی و منکرات شرک وبدعات کو موضوع سخن بنایا۔ مولانا بڑے فصیح البیان اور قادر الکلام تھے' زبان میں بڑی حلاوت تھی' توحید کے موضوع پر بڑا عمدہ وعظ کہتے تھے اور اس سلسلے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کی تقریر خالص قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین ہوتی۔ قرآن کریم نہایت خوبصورتی سے پڑھتے' سامعین ان کے وعظ سے ازحد متاثر ہوتے اور کوئی شخص اٹھنے کا نام نہ لیتا' سب لوگ بڑی توجہ سے ان کا وعظ سنتے۔ چنانچہ مسجد کلاں میں بھی ان کے درس و تقریر کی دھوم مچ گئی اور آس پاس کے لوگ شرک وبدعات سے تائب ہو کر توحید وسنت پر عمل پیرا ہونا شروع ہو گئے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ اسی اثناء میں مولانا حج کیلئے تشریف لے گئے۔ ان ہی دنوں شیخ حاجی عبدالغنی صاحب وفات پا گئے۔ وہ جماعت کے مخلص اور بڑے محسن بزرگ تھے۔ ان کا جانشین ان کے بیٹے محمد عمر کو بنادیا گیا۔ محمد عمر کا چچا حنفی المسلک اور اپنے مسلک میں انتہائی متعصب بھی تھا۔ وہ مولانا سے بڑی خار کھاتا تھا' مولانا کے حج پر چلے جانے کے باعث اسے موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے کو مولانا کے خلاف خوب بھڑکایا اور یہ اسکیم تیار کی کہ جب مولانا حج سے واپس آئیں تو اپنی مسجد میں آنے سے روک دیا جائے۔ غرض اس نے محمد عمر کو پوری طرح مسموم کر لیا' اور پھر ایسا ہی ہوا۔ مولانا جب حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے تو ان کو مسجد کلاں میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ رد عمل کے طور پر اس موقع پر کسی ناخوش گوار واقعہ کا ہونا لازمی تھا' لیکن مولانا مرحوم نے افرادی قوت ہونے کے باوجود کوئی جوابی اقدام نہیں

کیا اور نہ ہی زبردستی مسجد میں داخل ہونے کی کوشش کی بلکہ انتہائی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔ مسجد کے حجرے سے اپنا سامان اور کتابیں منگوا کر گھر میں رکھوادیں' اپنے مکان کے نچلے حصے جسے مہمان خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کو مدرسے کی شکل دے کر یہاں طلباء کے قیام کا انتظام کر دیا گیا۔ قریب میں جمعے اور جماعت کی کوئی صورت بنائی اور پہلے کی طرح درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا کام ہونے لگا۔ یہ دوسرا موقعہ تھا کہ جب متعصب حنفی المسلک مقلدین کی طرف سے مولانا کو تکلیف وایذا دی گئی۔ لیکن ان دونوں موقعوں پر مولانا نے انتہائی صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا' کسی قسم کے حزن و ملال کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ اسلام کی اشاعت و ترویج اور خدمت میں مصروف ہوگئے۔ مسجد کلاں کا واقعہ ۱۳۲۵ھ کے قریب ہوا تھا' اس کے کچھ عرصہ بعد احباب مسجد کلاں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت سماجت کر کے مولانا صاحب اور طلباء کو مسجد کلاں میں لے گئے' یہاں پھر سے پہلے کی طرح کام ہونے لگا۔ اسی زمانے میں مولانا صاحب کو جماعت اہلِ حدیث کے چند حضرات نے جو کہ ان سے ارادت مندانہ مراسم رکھتے تھے رنگون تشریف لانے کی دعوت دی۔ مولانا صاحب ان کی مخلصانہ دعوت پر رنگون تشریف لے گئے اور وہاں وعظ و تقریر کے ذریعے توحید و سنت کا خوب پرچار کیا۔ وہ لوگ مولانا سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے مل کر ذاتی طور پر اچھی خاصی رقم جمع کر کے مولانا کی خدمت میں پیش کی۔ رنگون سے واپس آکر مولانا نے صدر بازار دھلی کے علاقے میں ان پیسوں سے مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کیلئے جگہ خریدی۔ اس جگہ پر مدرسہ تعمیر کیا طلباء کیلئے کمرے بنوائے اور مسجد تعمیر کی۔ اس زمانے میں مدرسہ و مسجد کی چھتوں پر ٹین کی چادریں ڈالی گئی تھیں۔ اس ٹین کی چھت تلے تدریس اور جمعہ جماعت کا سلسلہ اطمینان و سکون کے ساتھ مستقل طور پر شروع کر دیا گیا۔ امام عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا گیا توحید و سنت کا یہ چمن آج بھی سرسبز و شاداب اور آباد ہے۔ متحدہ ہندوستان کے دور میں بھی اس سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے اور تقسیم ہند کے بعد بھی یہاں درس و تدریس کی مسند آراستہ رہی۔ قیام پاکستان کے وقت امام عبدالوہابؒ کا خاندان دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آکر آباد ہوگیا اور ان لوگوں نے کراچی آکر یہاں دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ لیکن مولانا مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالواحد سلفی (متوفی ۱۴۱۹ھ) احباب دھلی کے اصرار پر وہیں اقامت پذیر ہوگئے۔ اور انہوں نے اپنے آبائی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ صدر بازار دھلی کا انتظام وانصرام سنبھال لیا۔ مولانا عبدالواحد سلفی بڑے نیک اور ذی علم انسان تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و فضل کی بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔ آپ اگست ۱۹۴۷ء سے تادم واپسی نصف صدی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کی مسند پر متمکن رہے۔ ہزاروں تشنگان کتاب و سنت نے ان سے علمی تشنگی بجھائی۔ اس کے علاوہ آپ جماعتِ غرباء اہلِ حدیث ہند کے امیر بھی رہے۔ ان کے مفصل حالاتِ زندگی راقم کی کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جماعت کی اس قدیم اور اولین درسگاہ کے آجکل منتظم و منصرم مولانا حافظ عبدالماجد سلفی صاحب ہیں اور جماعت غرباء

ہند کی امارت بھی انہی کے کندھوں پر ہے یہ محترم اپنی خداداد صلاحیتوں سے مدرسے اور جماعت کا نظام حسن و خوبی سے چلارہے ہیں۔

محدثِ ہند مولانا عبدالوہابؒ دھلوی نے تقریباً ایک صدی قبل دہلی میں مدرسہ دارالکتاب والسنتہ قائم کیا تھا۔ یہاں محدثین کرام کی طرز پر قرآن وحدیث کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔ آپ کے اس مدرسے میں الف' ب' ت' ث پڑھنے والے سے لیکر فارغ التحصیل علماء تک آتے اور جملہ علوم وفنون کی تحصیل کر کے واپس جاتے۔ جس طالب علم کو کمزور ذہن ہونے کی بناء پر کسی مدرسے میں داخلہ نہیں ملتا تھا اسے آپ بصد شوق داخل کر لیتے اور وہ طالب علم اپنے نیک ارادوں میں کامیاب وکامران ہو جاتا۔

مولانا کے حسن تعلیم وتربیت کے مخالفین ومقلدین بھی معترف تھے اور وہ لوگ آپ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ **مولانا عبدالجلیل خاں محدث سامرودی جوکہ مولانا کے ارشد تلامذہ سے ہیں اپنے استاذگر امی کے طریقہ تعلیم سے متعلق رقم طراز ہیں کہ...... آپ کے درس میں وہ خوبیاں تھیں جو ان کے معاصرین کے درس میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ حنفی علماء تک درس کا جائزہ لینے کیلئے آتے' آپ درس میں مسئلہ کو تہ تک پہنچا کر چھوڑتے۔ کسی بات کو بے حوالہ نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کی اس قدر نظروسیع تھی کہ آپ کے حوالہ دینے پر ہمیں رشک ہوتا کہ یہ چیزیں کب دیکھی ہوں گی'** مولانا مرحوم دینی علوم کا بحر ذخار تھے جس میں انمول موتیوں کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ (درس عام) ہوتا۔ بعدہٗ طلباء کو ایک ایک آیت کا ترجمہ پڑھایا جاتا' اس میں سب کو شریک ہونا پڑتا خواہ بخاری شریف کا پڑھنے والا کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد تفسیر القرآن بعدہٗ احادیث نبویہ کا درس ہوتا۔ بلوغ المرام والوں کو ایک ایک حدیث پھر دو آخر الامر چار حدیثیں' مشکوۃ والوں کو دو چار حدیثیں۔

صبح سے آپ بیٹھتے تھے تو گیارہ بجے آپ مکان تشریف لے جاتے' کبھی ساڑھے گیارہ بھی بج جاتے۔ پھر نماز کے وقت آجاتے' بعد ظہر پھر درس دیتے' پھر مکان نہیں جاتے۔ مغرب کے بعد ہی تشریف لے جاتے۔ کھانے سے فراغت کے بعد مسجد میں تشریف لاتے اور اپنے والد صاحب (جن کو انہوں نے مبارک آباد ملتان سے اپنے ہاں دھلی بلا لیا تھا) کی خدمت میں مشغول ہو جاتے' ہاتھ پیر دباتے' عشاء کے بعد بھی والد صاحب کی خدمت کرتے ان کو دعائیں سکھاتے' ہاتھ پاؤں دباتے یہاں تک کہ وہ سو جاتے۔ اس کے بعد گھر تشریف لیجاتے۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد عشاء ہی کے وقت گھر آتے۔ بعد عشاء طلبہ کی وہ جماعت جو نہ صرف ترجمہ پڑھنے والی یا ادنی جماعت والے ہوتے آپ کو گھیر کر بیٹھ جاتے۔ ان میں پنجاب کے اکثر ہوتے' احوال الآخرت' شہباز وغیرہ انہیں یاد ہوتیں' ہاتھ پیر دباتے جاتے اور ان کتابوں کے توحیدی اشعار پڑھتے جاتے۔ آپ بڑے شوق سے سنتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔ طالب علموں کا بہت

خیال رکھتے ان سے اس طرح حسن سلوک سے پیش آتے جیسے کوئی اپنے اکلوتے بیٹے سے پیش آتا ہے۔"

مولانا امام عبدالوہاب دھلوی نے کم وبیش پچاس سال حدیث کا درس دیا اس عرصے میں ان سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ ان کے تلامذہ کی وسیع فہرست میں مندرجہ ذیل حضرات نے بڑا نام پایا اور دین کی بہت خدمت کی۔

۱۔ مولانا عبدالجلیل محدث سامرودی : اپنے وقت کے بہت بڑے محقق' محدث' فقیہ' اور متبحر فی العلوم عالم دین تھے۔ ان کی مشہور تصنیف "زھرۃ ریاض الابرار" کے مطابق ان کی ولادت ۱۳۰۹ یا ۱۳۱۰ کو ہوئی۔ مولانا سامرودی اپنی دینی تعلیم سے متعلق لکھتے ہیں کہ...... ۱۳۲۲ھ کو میں دہلی پہنچ گیا جبکہ میری عمر تقریباً ۱۲ برس تھی۔ حضرت میاں صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لینا چاہا علامہ عبدالعزیز میمن مرحوم بھی وہاں داخل تھے لیکن مہتمم مدرسہ نے صغرسنی کی وجہ سے مجھے داخلہ نہ دیا۔ علامہ عبدالعزیز میمن نے مجھے کہا کہ آپ مولانا عبدالوہاب صدری کے مدرسہ میں چلے جاؤ' اس میں تمہیں داخلہ مل جائے گا۔ جب میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار میں پہنچا تو وہاں مولانا محمد سورتی سے ملاقات ہوئی جو رشتہ داری میں میرے ماموں جان اور چچا جان بھی تھے۔ سامرودی مرحوم نے ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۸ھ تک امام عبدالوہاب سے تعلیم حاصل کی اور جملہ علوم وفنون پڑھ کر فارغ ہوئے بلاشبہ مولانا سامرودی بہت بڑے عالم دین تھے قرآن وحدیث اور اس کے متعلقات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ عربی' فارسی اور اردو میں انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ عرب ممالک میں ان کی بڑی علمی شہرت تھی۔ ۱۳۹۴ھ میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر اپنے وطن سامرود میں آسودہ خاک ہوئے۔ جماعتِ غرباء کے مخلص وہمدرد ساتھی تھے اللہ انہیں غریقِ رحمت کرے۔ آمین۔

۲۔ مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی : آپ جماعت اہلِ حدیث کے مایہ ناز مصنف اور مدرس تھے۔ رجالِ حدیث کے متعلق مہارت رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد امام عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ امام صاحب نے اپنے اس ہونہار ذہین' صالح اور مخلص شاگرد کی تعلیم وتربیت میں خصوصی دلچسپی لی اور انہیں علوم وفنون میں یگانہ روزگار بنادیا۔ مسائل کی تحقیق میں انکا ذوق بڑا پختہ تھا۔ فتویٰ نہایت خوبصورت' متوازن اور مدلل لکھا کرتے تھے جو اختصار وجامعیت کا حامل ہوتا۔ انہوں نے چند رسائل بھی تصنیف کئے۔ آزادی سے پہلے اپنے مادر علمی مدرسہ دارالکتاب والسنۃ دھلی' اس کے بعد اپنے وطن کھنڈیلہ میں تدریسی کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور' جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور بعض دوسرے مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے شاگردوں میں ہندوپاک کے بڑے بڑے جید عالم اور مصنف ہیں۔ اس عالم دین نے ۴ اگست ۱۹۶۲ کو اوکاڑہ میں وفات پائی۔

۳۔ مولانا محمد جوناگڑھی : برصغیر ہندوپاک کے نامور اہلِ حدیث رجال سے ہیں۔ انہوں نے تقریر

و تحریر اور ترجمہ و تصنیف میں بڑا نام پایا۔ تقلید شخصی کے رد میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ ۱۵۰ کے قریب چھوٹی بڑی کتب تصنیف کیں جنہیں پڑھ کر لوگوں کے افکار و عقائد کی اصلاح ہوئی۔ ابن کثیر کی تفسیر قرآن العظیم (المعروف تفسیر ابن کثیر) کا اردو ترجمہ 'امام ابن قیم جوزی کی مشہور کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین کا اردو ترجمہ بنام دین محمدی اور خطبات محمدی کی تدوین ان کے بڑے عظیم کارناموں سے ہے۔ مولانا جونا گڑھی ۱۸۹۰ میں پیدا ہوئے اور مارچ ۱۹۴۱ میں اپنے وطن جونا گڑھ میں وفات پائی۔

مولانا عبدالستار محدث دہلوی۔ مولانا عبدالواحد دہلوی۔ مولانا عبدالقہار صاحب (فرزندان)

(۴) احرم الشیخ ابو اسمح عبد الظاہر المکی : مولانا مرحوم جب حج پر تشریف لے گئے تھے تو وہاں امام حرم نے ان سے صحیح بخاری شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔

(۵) مولانا مفتی عبدالستار کلانوری : تمام مروجہ علوم و فنون کی تحصیل مولانا سے کی' نہایت ذکی اور فطین تھے ان کے علمی استعداد اور علم و تحقیق کی بناء پر انہیں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کے منصب افتاء پر متعین کر دیا گیا۔ مدت مدید تک اس اہم منصب پر فائز رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۶) مولانا ابو الخلیل عبدالجلیل خان بلوچ : اپنے نام کی طرح جلیل القدر عالم دین تھے۔ حدیث میں انہیں درک حاصل تھا اور دیگر علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ ان کی خدمات اور حالات پر راقم کی کتاب میں الگ سے مضمون شامل ہے۔

(۷) مولانا محمد عبداللہ اوڈ : چوہدری قسم کے عالم دین تھے ان کی دینی و سیاسی خدمات قابل تحسین ہیں ۔ یہ بزرگ ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو اس عالم فانی سے آخرت کو روانہ ہوئے۔

۸۔ حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی : امام صاحب سے شریف تلمذ رکھتے تھے۔ گجرات میں قیام پذیر تھے ۱۹۸۰ء کے ماہ مئی میں فوت ہوئے۔

۹۔ مولانا عبداللہ محدث لائل پوری : بہت بڑے محقق' وسیع المطالعہ عالم دین' نہایت متواضع' منکسر المزاج اور صوفی منش انسان تھے۔ ۱۹۶۹ کے کم و بیش انہوں نے فیصل آباد میں ادارۃ العلوم الاثریہ قائم کیا اور اس کے ذریعے اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔ آپ ۱۹۸۳ کو جدہ میں فوت ہوئے اور مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

۱۰۔ مولانا عبدالحمید جھنگوی : ۱۸۷۵ء میں بدھو آنہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کی خاطر انتہائی مشکل حالات سے دوچار ہوئے لیکن بڑے شوق اور محنت سے دینی تعلیم مکمل کی۔ معروف عالم دین اور مدرس تھے۔ انہوں نے اپنے علاقے میں تقریر و تدریس کے ذریعے بڑی خدمت کی اور مسلک کا بول بالا کیا۔ ان کا انتقال ۱۲ رجب ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲) کو ہوا۔

۱۱۔ مولانا محمد اسحاق کوٹ کپوری : ضلع حصار کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ میں قیام پذیر رہے۔ جماعت کے مخلص مبلغ اور کارکن تھے۔ انہوں نے وعظ و تبلیغ کے ذریعے اشاعت دین کا فریضہ ادا کیا۔

۱۲۔ مولانا محمد سورتی : برصغیر ہندوپاک میں علم و فضل کا بحر ذخار تھے' اس کی موجوں کا تلاطم اپنی آغوش میں قرآن' حدیث رجال' ادب' بلاغہ اور لغات ولسانیات کے انمول موتی لئے ہوئے تھا۔ ان کے علم وفنون کا دائرہ فقط نظر و تدبر تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ان کے عمل اور زہد وورع میں بھی ان کے خلق وسیرت کا پیمانہ بہت اونچا تھا۔ آپ ملتِ اسلامیہ کی متاعِ بے بہا اور دنیائے علم و تحقیق کی ایک نادر الوجود شخصیت تھے۔

حصول علم کیلئے بلدۂ علم دھلی تشریف لائے۔ مدرسہ دار الکتاب والسنۃ صدر بازار میں مولانا عبدالوہاب محدث دھلوی کی شفقت و سرپرستی میں تمام علمی منزلیں طے کیں۔ ان پر ان کے استادِ گرامی مولانا عبدالوہاب کی تعلیم وتربیت اور محبت وشفقت نے خوب رنگ چڑھایا بلکہ ان کے دینی ذوق کو دو آتشہ وسہ آتشہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سورتی دینی معاملات و مسائل اور شعار اسلامی میں بقول پروفیسر محمد سرور جامعی بہت متشدد تھے اور ان پر ان کے استاذ مولانا عبدالوہابؒ کا رنگ غالب تھا۔

۱۳۔ پروفیسر علامہ عبدالعزیز میمن : ۱۸۸۸ء میں اپنے ننھیال ''گوندل'' میں پیدا ہوئے۔ ان کا وطن راجکوٹ کاٹھیاواڑ تھا۔ دہلی میں دینی علوم کی تحصیل کی۔ ان کا حافظہ اور ادبی ذوق قابل رشک تھا' ذہانت و فطانت انہیں ورثے میں ملی تھی۔ کہتے ہیں کہ علامہ میمن کو پانچ ہزار وہ عربی اشعار یاد تھے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئے۔ جماعت اہلِ حدیث پر اللہ کا خاص احسان ہے کہ تین فرزندانِ اہلِ حدیث کی عربیت نہ صرف برصغیر بلکہ عالمِ عرب میں بھی مسلم تھی۔ ایک مولانا محمد سورتی' دوسرے عبدالمجید حریری بنارسیؒ اور تیسرے علامہ میمن۔ بے شک علامہ میمن عربی لغت اور عربی زبان وادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اپنے دور میں پورے ہند میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ قیام پاکستان سے قبل وہ علیگڑھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے صدر رہے' قیام پاکستان کے بعد کراچی یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے ہیڈ رہے اور کئی سال اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔ مسلک اور جذبہ اتباع سنت میں وہ اپنے واجب الاحترام استاد مولانا عبدالوہاب کے ساختہ و پرواختہ تھے۔ کھرے اہلِ حدیث تھے مسلک کے اظہار میں کبھی مصلحت کا شکار نہ ہوئے۔ عرب دانشوران کی زبان وبیان' فصاحت وبلاغت اور ذہانت و فطانت سے بہت متاثر تھے۔ علامہ میمن نے عربی زبان میں کئی بلند پایہ کتب تصنیف کیں۔ آپ چھیانوے برس عمر پا کر ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو کراچی میں فوت ہوئے۔

۱۴۔ مولانا عبدالقادر حصاری : بلند پایہ محقق اور وسیع المطالعہ عالمِ دین تھے۔ جماعتِ غرباء اہلِ حدیث کے فرد مزید رہے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو عالمِ فانی سے عالمِ بقا کو سدھارے۔ ان کی علمی یادگار میں ان کے لکھے ہوئے تحقیقی فتاووں اور دیگر کچھ کتب ان کیلئے ذخیرہ آخرت ہیں۔

۱۵۔ مولانا صوفی محمد عبداللہ : ان کا اصلی نام سلطان محمد تھا وزیر آباد کے ممتاز اور معروف آسودہ حال کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پہلے حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے پھر اس سے بیزار ہو کر کاروان عمل بالحدیث میں شامل ہو گئے۔ عرصہ دراز تک جماعت مجاہدین میں رہے۔ ۱۹۲۱ء میں اوڈانوالہ ماموں کانجن فیصل آباد میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء کیا اور پھر ۱۹۳۲ء کو اسے باقاعدہ دارالعلوم کی شکل دے دی گئی۔ صوفی صاحب بڑے نیک، متدین اور مستجاب الدعوات انسان تھے۔ مجاہدین کے ساتھ رہتے ہوئے انہوں نے بڑے مصائب اٹھائے اور آزادی وطن کیلئے بے شمار قربانیاں دیں۔ ان کی خدمات تا ابد یاد رکھی جائیں گی۔ صوفی صاحب نے ۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء کو وفات پائی۔

۱۶ مولانا ابو نعیم عبدالرحیم :۔ ۱۹۱۷ء میں مانسہرہ (ہزارہ ڈویژن) میں پیدا ہوئے۔ مدتِ دراز تک سندھ میں مقیم رہے۔ مدرسہ بدر الہدیٰ محمدی مسجد اہلِ حدیث ضلع خیرپور میں دینی خدمات سرانجام دیں۔

۱۷۔ مولانا عبدالرشید صاحب اٹاری، ۱۸۔ مولانا عبیداللہ اٹاری متوفی ۱۳۵۶ھ، ۱۹۔ مولانا نسیم الدین رنگ پوری، ۲۰۔ مولانا عبدالحی میمن سنگھی، ۲۱ مولانا احمد اللہ ندوی، ۲۲۔ مولانا محمد ابراہیم نڑیاوی، ۲۳۔ مولانا احمد حسن نڑیاوی، ۲۴۔ مولانا محمد سلیمان ڈنگر اگھاٹی۔

۲۵۔ مولانا عبدالعظیم ضلع بستی :۔ آپ قصبہ اٹوا کے قریبی گاؤں "پیری" سے تعلق رکھتے تھے۔ دہلی میں امام عبدالوہاب ان کے استاد اور مرشد و مربی تھے۔ مدرسہ دارالکتاب والسنۃ میں مولانا محمد جوناگڑھی ان کے ہم درس تھے دونوں نے ایک ساتھ ہی فراغت حاصل کی۔ مولانا بدرالزماں نیپالی نے (علمائے اہلِ حدیث بستی و گونڈہ کے ص ۱۰۳ پر) لکھا ہے کہ آپ کا داخلہ مدرسہ میں چھ ماہ تک نہیں ہو سکا تھا، اس درمیان میں آپ نے بڑی عسرت کی عبرت آموز زندگی گزاری۔ داخل شدہ طلبہ کے کھانے سے روٹیوں کے جو ٹکڑے بچ جاتے اور سوکھ چکے ہوتے تھے آپ انہیں بھگو کر کھایا کرتے تھے۔ تقویٰ شعاری خشیتِ الٰہی ان کا شعار تھا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۷۷ کو ان کا انتقال ہوا۔

یہ وہ اصحاب علم ہیں جو علمی دنیا میں بڑے نامور اور نیک نام ہوئے۔ اگر ان تمام بزرگوں کے حالات قلمبند کئے جائیں تو ہزاروں صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا مرحوم کے تلامذہ کرام کی تعداد بلامبالغہ ہزاروں تک پہنچتی ہے جو خطۂ ہند کے علاوہ مصر، عراق، بغداد اور عرب میں پھیلے ہوئے ہیں مولانا موصوف وعظ و تقریر اور تعلیم و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب کے ازحد رسیا تھے جہاں کوئی حدیث کی کتاب معلوم ہوتی تو مطالعہ کیلئے بیتاب ہو جاتے۔ نادر و نایاب کتب جمع کرنے کا انہیں اشتیاق رہتا۔ بسا اوقات نادر الوجود کتب احادیث اپنے ہاتھ سے نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ مستدرک حاکم اپنے ہاتھ سے نقل کی، اخلاقیات بیہقی کامل کو خود نقل کیا اور مجمع الزوائد کا بہت سا

حصہ اپنے دستِ مبارک سے لکھا۔

آپ کے گوہر بار قلم سے جو تحقیقی تصنیف ہوئیں ان کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ حاشیہ مشکوۃ المصابیح (عربی) جو کہ محدثین کی طرز پر عربی میں لکھا گیا۔ یہ حاشیہ بڑا مفید ہے مطبع فاروقی دہلی سے طبع ہوا۔

۲۔ ہدایۃ النبی المختار الی من یصلی الی یوم القرار :اس کتاب میں نماز سے متعلق تفصیلی معلومات ہیں۔ نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ نماز کی تمام دعائیں بھی درج کر دی گئی ہیں۔ آج کل اس کا نام مکمل نماز ہے۔

۳۔ تسہیل درایۃ الموطا عربی : مقدمہ فارسی مسوی شاہ ولی اللہ کا عربی ترجمہ ہے۔

۴۔ اقامت الحجۃ علی ان لا فرق بین صلوۃ المرء والمراۃ (اردو) اس کتاب میں بتایا گیا ہے مرد اور عورت کی نماز کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۵۔ امر الکلی فی قول الرسول صلوا کما رایتمونی اصلی۔ یہ کتاب شائع نہ ہو سکی مسودہ ضائع ہو گیا۔

۶۔ الدلائل الواثقہ فی مسائل ثلاثہ۔

۷۔ مسنون قرأت والا قرآن مجید معرّٰی : یعنی قرآن میں مروجہ بدعیہ رموز واو قاف مثل ط،م،ج،ل وغیرہ کو حذف کر دیا اور اسے مسنون قرأت کے مطابق کروایا۔

۸۔ مناظرہ محقق و مقلد در رویت ہلال (اردو) محقق مولانا عبد الوہاب دھلوی مقلد مولوی سیف الرحمان حنفی۔

مولانا عبد الوہاب دھلوی یوں تو تمام مروجہ علوم و فنون میں دسترس رکھتے تھے لیکن قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ سے انہیں خاص قلبی تعلق اور انتہائی درجے کا شغف تھا۔ انہوں نے اپنی "حیات مستعار" کا بہت سا حصہ حدیث نبوی ؐ کی ترویج و اشاعت اور تبلیغ و تدریس میں صرف کیا۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی "متاع" حدیث ؐ کی خدمت کو قرار دیتے تھے۔ اپنے ارادت مندوں اور طلباء علم کو اتباع سنت کی خصوصی تلقین کرتے اور احیائے سنت کی سختی سے تاکید فرماتے۔ ان کا احیائے سنت اور اتباع شریعت کا جذبہ نہایت شدید تھا خلافِ سنت کوئی عمل اور حرکت برداشت نہ کرتے تھے۔ احکام شریعت پر سختی سے پابند تھے ' قرآن و حدیث کے ہر حکم سے محبت اور ہر برائی سے نفرت تھی۔ بدعات و محدثات کے سخت مخالف تھے ان کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور لوگوں کو تلقین فرماتے کہ وہ ان سے تعلقات قائم نہ کریں۔ ان کی اتباع سنت اور تنفر بدعت کی عام شہرت تھی اس معاملے میں انہیں بڑا متشدد خیال کیا جاتا تھا۔ اگر چہ کچھ لوگوں کی طبیعت پر ان کی یہ باتیں گراں گزرتی تھیں اور وہ اسے بیجا تشدد سے تعبیر کرتے تھے لیکن مولانا نے یہ سب کچھ احقاقِ حق اور ابطال باطل کیلئے کیا اور اس میں نیک نیتی اور خلوص وللھیت سے لوگوں کے عقائد کی

اصلاح کا داعیہ کار فرما تھا۔ مولانا کی اپنی بھی یہ کوشش ہوتی تھی۔ کہ انہیں جو بھی سنتِ مصطفیٰ ﷺ معلوم ہو جائے اس پر عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ ایک بار پگڑی کا پلہ پشت کی جانب چار انگشت لمبا رکھنے کی حدیث مجمع الزوائد میں انہوں نے پڑھی تو فوراً اسی وقت اپنی پگڑی کی اصلاح کر لی اور طلبہ کو بھی یہ بتایا کہ یہ مسنون طریقہ ہے۔ اس طرح کی باتیں اور واقعات بیان کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے جذبہ اشاعت توحید و سنت اور عمل بالحدیث کو اجاگر کیا جائے۔ بلاشبہ انہوں نے اپنی زندگی کو شرک و بدعات کے استیصال اور مردہ سنن کے احیاء کیلئے وقف کر دیا تھا۔ وہ بہادر اور جرأت مند عالمِ دین تھے' انہوں نے لومۃ لائم کی پروا کئے بغیر ہر مجلس اور ہر مقام پر نعرہ حق بلند کیا اور نہایت دھڑلے سے توحید و سنت کی اشاعت کی۔ ان کی زندگی کا اصل مقصد "لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا" تھا اور وہ اس میں کامیاب و کامران ہوئے۔

انہوں نے بلدہ علم دہلی میں نبی ﷺ کی بعض ایسی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی طرح ڈالی جن پر مسلمان ازراہِ مصلحت یا کسی اور وجہ سے عمل نہیں کر رہے تھے۔ ان کا یہ بہت بڑا دینی کارنامہ ہے جو انہوں نے سرانجام دیا۔ بروزِ قیامت یقیناً ان کے لئے یہ چیز خیر و بھلائی اور نجات کا باعث ہوگی۔ انشاء اللہ۔

آیئے اب ان مردہ سنن کی تفصیل جاننے کی کوشش کریں جن کو مولانا مرحوم نے اپنے خلوص و للہیت اور کوشش سے سرزمینِ دہلی میں زندہ کیا۔

ا...... بعض کم فہم لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ --- محمد رسول اللہ" ہے۔ لیکن مولانا مرحوم نے عوام پر واضح کیا کہ کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں۔ اول "لا الہ الا اللہ" اقرار توحید' دوسرا محمد رسول اللہ اقرار رسالت ہے۔ پہلے جز کو کلمہ توحید اور دوسرے جز کو کلمہ رسالت کہیں گے۔ پورے کلمہ طیبہ کو کلمہ توحید کہنا صحیح نہیں۔ اسے کلمہ توحید قرار دینے کا مطلب ہے کہ رسالت کو توحید میں مدغم کر دیا گیا ہے۔

۲...... اہلِ حدیث اور احناف کی مساجد میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ مولانا نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جو اذان "عند جلوس الامام علی المنبر" کہی جاتی ہے وہی صحیح اور ثابت ہے اس کے علاوہ دوسری اذان سنت سے ثابت نہیں۔ آج وطن عزیز میں اہلِ حدیث مساجد میں خطبۂ جمعہ کے موقع پر اس طریقۂ نبویؐ پر عمل ہو رہا ہے۔

۳...... دہلی میں اہلِ حدیث حضرات بھی احناف کی طرح خطبہ جمعہ عربی زبان میں پڑھتے تھے لیکن مولانا مرحوم نے قرآن و سنت کے ثقہ دلائل کی بناء پر جمعہ سامعین کی زبان میں شروع کیا اور پھر اہلِ حدیث کی تمام مساجد میں اسی پر عمل ہونے لگا۔

۴...... اہلِ حدیث حضرات نمازِ عیدین احناف کی طرح چھ تکبیروں کے ساتھ پختہ چار دیواری یا مسجدوں میں ادا کرتے تھے۔ **مولانا عبدالوہاب دہلی میں پہلے عالم ہیں جنہوں نے سنت کے مطابق**

بارہ تکبیروں کے ساتھ کھلے میدان میں عید کی نماز پڑھنے کی طرح ڈالی۔

۵...... احادیث میں عورتوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ نماز عیدین میں شامل ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بھی عورتیں عیدین کی نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ لیکن دہلی میں کسی وجہ سے یہ سنت متروک ہوچکی تھی۔ مولانا عبدالوہاب دہلی کے اول عالمِ دین ہیں جنہوں نے برسرِ عام اعلان کیا کہ عورتوں کو نماز عید اور وہاں دعا کیلئے جانا چاہئے۔ لہٰذا وہ اپنے گھر کی مستورات کو نماز عید کیلئے اپنے ساتھ لے کر گئے اور پھر آہستہ آہستہ اس مسئلے پر عمل ہونے لگا۔

۶...... دہلی میں اہلِ حدیث حضرات احناف کی طرح نماز جنازہ سرّی (یعنی خاموشی سے) پڑھتے تھے۔ مولانا مرحوم نے ثقہ دلائل سے نماز جنازہ بالجہر (بلند آواز سے) پڑھنا ثابت کیا۔ اب ہر جگہ تمام اہلِ حدیث بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔

۷...... بعض ظالم مرد اپنی بیویوں کو اس طرح نشانۂ ستم بناتے تھے کہ نہ انہیں اپنے گھر میں بساتے تھے اور نہ ہی ان کو طلاق دیکر فارغ کرتے تھے، یعنی معلق رکھتے تھے۔ یہ صورت حال ان عورتوں اور ان کے عزیز ورثاء کیلئے انتہائی اذیت رسانی کا باعث تھی۔ مولانا نے کھلے بندوں اس مسئلے سے متعلق شریعت کے عدل و انصاف کی وضاحت کی اور فتویٰ دیا کہ جب شوہر اپنی منکوحہ کو نہ بسائے، نہ نان نفقہ دے، نہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ اسے طلاق دے تو اس صورت میں اس مظلومہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کروا کے دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اس فتوے کی پہلے تو مخالفت کی گئی لیکن پھر اسے تسلیم کرلیا گیا اور اسی پر عمل ہونے لگا۔

۸...... مولانا مرحوم نے فتویٰ دیا کہ اگر شرعی مجبوری اور حالت اکراہ میں محض جان بچانے کیلئے دشمن کے خوف سے دل کو مطمئن بالایمان رکھ کر بادل نخواستہ زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے تو بفرمان الٰہی "من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان "اس پر اللہ کے نزدیک کوئی مواخذہ نہیں مولانا مرحوم سے پہلے جہلا تو کیا علماء بھی اس رخصتِ خداوندی کو معیوب سمجھتے تھے۔ بالآخر مولانا کے دلائل کو دیکھتے ہوئے اسے تسلیم کرلیا گیا۔

۹...... متحدہ ہندوستان میں "عید قرباں" کے موقع پر مسلمان مدتوں سے گائے ذبح کرتے آرہے تھے۔ ۱۹۲۱ء یا ۱۹۲۲ء میں "خلافتِ ترکی" کی حمایت میں "تحریکِ خلافت" کا وجود عمل میں آیا اور پورے برصغیر میں ہندو، مسلم کا اتحاد قائم ہوا۔ ہندو مسلم عقیدہ و مذہب کا امتیاز رکھے بغیر پوری یکجہتی سے انگریز کے خلاف ڈٹ گئے۔ ان دنوں "عید قرباں" کے دن قریب تھے، مجلسِ خلافت میں شامل

مسلمانوں نے ہندوؤں کے جذبات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قربانی کے موقع پر گائے کا ذبیحہ بند کر دیا تاکہ ہندو مسلم اتحاد قائم رہے۔ بعض مسلمانوں نے گائے کے گوشت کے نقائص بیان کرنا شروع کر دیئے، کچھ علمائے سوء نے تو گائے کے گوشت کو (نعوذ بالله من ذالك) خنزیر کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی۔ اس صورتحال میں مسئلے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مولانا عبدالوہابؒ مرحوم خم ٹھونک کر میدان میں آئے اور ڈٹ گئے۔ انہوں نے مجلس خلافت میں شامل مسلمانوں کے اس فیصلے کو خلافِ اسلام اور غیر دینی قرار دیا اور کھلے بندوں قربانی کرنے کا اعلان کیا۔ ادھر مجلس خلافت کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے بذریعہ عدالت مولانا عبدالوہاب کو گائے کی قربانی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اور ساتھ ہی درخواست دی کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی کو قانوناً جرم قرار دیا جائے لیکن انگریز نے ان کو جواب دیا کہ اگر اس سال پورے ہند میں گائے کی قربانی نہ ہوئی تو ایسا ہی قانون پاس کر دیا جائے گا۔

مولانا عبدالوہاب قربانی والے دن کیلئے گئے اور دو گائیں خرید کیں۔ ایک گائے کو مخالفین نے چھڑا کر بھگا دیا۔ جبکہ دوسری گائے مسلمان قصابوں نے ذبح کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے اپنے دستِ مبارک سے خود گائے ذبح کی۔ اس کا گوشت بیل گاڑی پر رکھ کر لایا جا رہا تھا کہ مخالفین نے گاڑی سے بیل چھڑا کر بھگا دیئے اور بیل گاڑی کا پہیہ نکال کر لے گئے۔ لیکن مولانا اپنے تلامذہ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ طلبہ نے اپنے سروں پر گائے کا گوشت رکھا اور مدرسے میں لائے۔ یہ ان کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس سے ان کی اسلامی و دینی غیرت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

قربانی کے ایام گزرنے کے بعد انگریز وائسرائے نے فیصلہ دیا کہ ......امسال گائے کی قربانی کو قانوناً جرم قرار دینے کا ہمارا پختہ ارادہ تھا بشرطیکہ امسال کہیں قربانی نہ ہوتی۔ لیکن مذبح خانہ کے رجسٹر سے معلوم ہوا ہے کہ اس سال گائے کی قربانی ہوئی ہے اور وہ مولوی عبدالوہاب نے کی ہے۔ لہذا ہم مسلمانوں کی درخواست در ممانعت قربانی گاؤ میں اختلاف پاتے ہیں اس لئے ہم اسے قانوناً جرم قرار نہیں دے سکتے۔"

۱۰.....مسئلہ امارت اور جماعت غرباءِ اہلِ حدیث کا قیام :

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو متحد و متفق ہو کر اجتماعی زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا

جماعتی زندگی کو اپنانے کیلئے نبی ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ نے امت کو ان الفاظ میں وصیت کی ہے۔

اُوصِیْکُمْ بِخَمْسٍ اَوْ صَانِیَ اللّٰہُ بِهَا عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ والسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَاَنَا اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ اَمَرَنِیْ بِهِنَّ اَلْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلاَّ اَنْ یُّرَاجِعَ وَمَنْ دَعَاَ بِدَعْوَالْجَاهِلِیَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثّٰی جَهَنَّمَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ صَلّٰی وَصَامَ وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ" الحدیث وَهٰذَا حَدِیْثٌ" حَسَنٌ"

میں تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(۱) تم پر فرض ہے کہ تم جماعت بن کر رہو (۲) اور امام کی بات سنو (۳) اور اطاعت کرو (۴) اور ہجرت کرو (۵) اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اس نے اسلام کا پٹا اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کرلے تائب ہو جائے۔ اور جس نے جاہلیت کی زندگی (یعنی افتراق و انتشار و بغاوت) کی دعوت دی تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ لوگوں نے پوچھا حضورؐ اگر وہ نمازی اور روزے دار ہو؟ فرمایا کہ ہاں اگرچہ وہ نمازیں پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو اور اپنے زعم میں خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔ (اخرجہ احمد والحاکم علی شرط الصحیحین)

ایک حدیث کے الفاظ کا ترجمہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے علیحدہ ہو جائے اور جماعت کو چھوڑ دے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔" (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸) ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ :

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔" ایک فرمان نبویؐ ہے جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں گرا۔ (بخاری)

مسلمان دارالسلام میں بستے ہوں یا دارالکفر میں بہر حال وہ اقامت جماعت کے مکلف ہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا اعلان خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے واضح الفاظ میں کیا تھا کہ اسلامی زندگی نہیں ہو سکتی بغیر جماعتی زندگی کے اور جماعتی زندگی نہیں ہو سکتی بغیر امارت کے اور امارت کا دارومدار اطاعت امیر پر ہے (جامع لابن عبدالبر ص ۶۲) جماعتی زندگی اور اطاعتِ امیر و مامور سے متعلق بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جن سے اس مسئلہ کی اہمیت و افادیت نمایاں نظر آتی ہے۔ مولانا

عبدالوہاب محدث دھلوی مرحوم نے مذکورہ بالا آیات قرآنی اور احادیث کو پیش نگاہ رکھ کر جماعت اھلحدیث کے افراد کو نظم و ضبط اور اتحاد و اتفاق سے جماعتی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی اور ان کے قلوب میں "جماعتی زندگی" کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ انفرادی اور تنہائی کی زندگی گزارنے والا اس بکری کی مانند ہے جو ریوڑ سے الگ ہو جائے اور اس کو بھیڑیا اٹھالے جائے۔ احباب جماعت کے قلب و ذہن میں مولانا کی باتیں گھر کر گئیں اور انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ہی یہ بار قیادت اٹھائیں، لیکن مولانا مسلسل انکار کرتے رہے اور فرمایا کہ مجھ سے بہتر تلاش کرو۔ مگر احباب جماعت اور معتقدین کے اصرار اور مجبور کرنے پر مولانا مرحوم نے جماعتی قیادت کے "بار گراں" کو اٹھالیا اور پھر اپنی استطاعت و ہمت کے مطابق کتاب و سنت کی روشنی میں جماعت کی قیادت فرمائی۔

۱۳۱۴ھ کو جماعت غرباء اہلِ حدیث کا قیام عمل میں لایا گیا۔ حدیث میں وارد الفاظ فطوبیٰ للغرباء کی مناسبت سے اس جماعت کا نام غرباء اہلِ حدیث رکھا گیا۔

جماعت غرباء کے قیام پر بہت سے علماء نے مخالفت کی اور مولانا عبدالوہاب سے مناظرے اور مجادلے کئے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے مولانا کو پریشان کیا گیا اور کئی سنگین مشکلات و مصائب سے انہیں دوچار کرنے کی کوشش کی گئی آپ کو دعوت کے بہانے گھر بلاکر کھانے میں زہر دیا گیا' داڑھی مونڈنے کی کوشش کی گئی زدوکوب کیا گیا' قتل کے ارادے سے رات کو راستے میں غنڈے بٹھائے گئے۔ اہل ثروت کے اشارہ ابرو پر ہمعصر علما نے کفر کے فتوے لگائے لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مولانا اپنے مشن میں اولوالعزمی سے ثابت قدم رہے۔ جسمانی و روحانی ایذارسانیاں انہیں "راہِ مستقیم" سے منحرف نہ کرسکیں۔

جماعتِ غرباءِ اہلِ حدیث عقائد و اعمال کے لحاظ سے کوئی نئی جماعت نہ تھی بلکہ یہ تو ان داعیانِ حق کی جماعت تھی جس کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی تھی کہ لا تزال طائفة من امتي على الحق منصورين لايضرهم من خالفهم الخ (ابن ماجہ) میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی ان کے مخالفین ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے"

اسلامی طریقہ پر نظم و ضبط کے لحاظ سے ہندوستان میں سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کے بعد یہ پہلی جماعت تھی۔ مولانا نے جس نیک نیتی اور اخلاص سے اسے قائم کیا تھا ان کے اسی خلوص کی برکت ہے کہ آج ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی پاک و ہند میں یہ جماعت نہ صرف قائم ہے بلکہ بھرپور طریقے سے خدمت دین اور توحید و سنت کی اشاعت کا کام کر رہی ہے۔ جبکہ گذشتہ سو سال کے زمانے میں بیسیوں جماعتیں قائم ہوئیں اور کچھ مدت بعد ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ ایک بات کی یہاں وضاحت ضروری ہے کہ لفظ "غرباء" احادیث سے اخذ کیا گیا ہے ہمارے بعض دوست "غرباء اہلِ حدیث" کا ذکر سن

کر بڑے سیخ پا ہو جاتے ہیں اور اس لفظ کو زبان پر لا کر استہزاء کی کیفیت پیدا کرنے کی مذموم حرکت کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا علامہ عبدالجلیل سامرودی مرحوم نے اس سلسلے میں ایک بڑا وقیع مضمون تحریر کیا تھا اس کا عنوان تھا "غرباء کون اور کس قسم کے لوگ ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افادۂ عام کیلئے اس مضمون کو یہاں نقل کر دیا جائے۔ علامہ سامرودی مرحوم رقمطراز ہیں......

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ ٥ امابعد! میرے اہل حدیث بزرگو بھائیو! ہمارے اہلِ حدیث علماء کو لفظ غرباء سے کیوں دشمنی و نفرت ہے۔ صحیح مسلم کی کتاب الایمان ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَابَدَأَ غَرِیْبًا یعنی اسلام غریبی حالت میں شروع ہوا جس کا کوئی معاون وحامی ومددگار نہ تھا (سوائے اللہ کے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانے میں پھر اسی طرح ہو جائے گا" پھر فرمایا۔ فطوبٰی للغرباء پس خوش قسمتی ہے غرباء کے لئے غرباء کی تشریح و توضیح بذاتِ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے۔ اب کسی کی وضاحت و تشریح کی ضرورت نہیں۔ دیکھو جامع ترمذی اَلَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَااَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِیْ یہ غرباء وہ لوگ ہیں جو میری بگاڑی ہوئی سنتوں کی اصلاح کریں گے مسند امام احمد وابن ماجہ میں ہے قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنَ الْغُرَبَاءُ وَقَالَ النُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غرباء کون ہیں؟ جواباً آپؐ نے فرمایا یہ لوگ وہ ہیں جن سے قبیلے کے لوگوں نے بائیکاٹ کر رکھا ہوگا مسند امام احمد و ترمذی میں ہے قُلْنَاوَمَاالْغُرَبَاءُ قَالَ قَوْمٌ" قَلِیْلٌ" فِیْ أُنَاسٍ سُوْءٍ کَثِیْرٍ" مَّنْ یَّعْصِیْہِمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یُّطِیْعُھُمْ (ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے پوچھا غرباء کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" وہ تھوڑی قوم ہے جن کی باتوں کو بہت سے برے لوگ قبول نہ کریں گے جو بالمقابل قبول کرنے والوں کے بہت زیادہ ہوں گے۔

یعنی صحابہ کرامؓ و تابعین عظام اپنے زمانے میں ایمان والوں کو غریب کہتے تھے اور لفظ غرباء سے آپ لوگ ناراض ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب جامع بیان فضل العلم ص ۱۲۱ ج میں فرماتے ہیں: قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنَ الْغُرَبَاءِ قَالَ الَّذِیْنَ یحیون سُنَّتِیْ یُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ غرباء کون لوگ ہیں جواباً آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو میری مری ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے اور انہیں سکھلائیں گے۔ آپ نے دیکھ لیا یہ صفت کن لوگوں کی ہے؟

علامہ ابن رجب نے غرباء کے اوصاف وبیان میں کشف الکربہ کا نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جو ہندو مصر میں چھپ چکی ہے۔ اس کے ص ۸ میں ہے کَانَ السَّلَفُ قَدِیْمًا یُسَمُّوْنَ الْمُؤْمِنَ بِالْغُرْبَۃِ فِیْ زَمَانِھِمْ کَمَا سَبَقَ عَنِ الْحَسَنِ وَ الْاَوْزَاعِیِّ وَسُفْیَانَ وَغَیْرِہٖ یعنی صحابہ و تابعین ایمان والے کو غریب ہی کہتے تھے

اپنے زمانے میں جیسا کہ حسن بصری اوزاعی اور سفیان ثوری سے وارد ہے۔ خطیب بغدادی نے حضرت سفیان ثوری سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے :اِسْتَوْصَوابِاَهْلِ السُّنَّةِ خَيْراً لِاَنَّهُمْ غُرَبَاءُ لوگو! اہل سنت کے متعلق ہماری وصیتیں قبول کرلو بہتری کے لئے کہ وہ غرباء ہیں۔ میرے دینی برادرو، بزرگو آپ نے دیکھ لیا اور پڑھ بھی لیا۔ آپ اپنے ایمان کو سامنے رکھ کر خدا اور اس کے رسول ﷺ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایمان داری سے فرمایئے کہ "غرباء" کا یہ لفظ ہمارے نبی ﷺ نے ایک سنت کو زندہ کرنے والے مرد مومن کے حق میں فرمایا ہے جس سے احادیث نبویہؐ و سنت مطہرہ کو زندہ کرنے کی بناء پر خطاب فرمایا ہے۔ پھر کیا یہ لقب اہل حدیث کی شان میں برا ہے؟ اور کیا اہل حدیث اس لقب کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا مقلدین کو اس لقب کا مستحق بنادیں۔ جس قدر اوصاف نبی ﷺ نے ان غرباء کے بیان فرمائے ہیں کیا اہلِ حدیث ان کے مستحق نہیں؟ ایمان داری سے کہیں پھر غرباء کے لقب سے چڑ کیوں ہے؟ یہ چڑنا اس لقب سے کیا معنی۔ عجیب بات ہے کہ نبی ﷺ جماعت حقہ اہلِ حدیث کو غرباء کے لفظ سے یاد کریں اور آپ ناراض ہوں یہ ہے "تفاوتِ راہ از کجا تا بہ کجا" جو نبی ﷺ کے دیئے ہوئے لقب کو برا کہیں۔ کیا یہ صفت اہل حدیث عالم کی ہو سکتی ہے؟ آپ کہتے ہیں اس لقب کو نکال دو۔ نبی کریم ﷺ کے پسندیدہ لقب سے نفرت، دشمنی اور عداوت ہے۔ خدا ہی آپ کو سمجھ دے اور راہ حق دکھلائے۔ واللہ الموفق"

اس وقت میرے سامنے مرکزی دارالامارت کراچی کی طرف سے شائع ہونے والا کتابچہ "جماعت غرباء اہلِ حدیث کی دعوت اور مسئلہ بیعت" موجود ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۹ پر جماعت کی دعوت سے متعلق کچھ باتیں لکھی گئی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہاں نقل کردیا جائے

ملاحظہ کیجئے جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت

۱......جماعت غرباء اہلِ حدیث بحیثیت مسلمان ہر فرد کو بالعموم اور جماعت اہلِ حدیث میں داخل ہونے کی حیثیت سے بالخصوص توحید باری تعالیٰ اور خالص عبادت الٰہی کی دعوت دیتی ہے۔

۲......جو شخص بھی اسلام کا دعویدار ہے۔ جماعت غرباء اہلِ حدیث دعوت دیتی ہے کہ وہ جماعت میں شمولیت کرنے کے ساتھ صحیح معنی میں مسلمان بنے اور اپنی انفرادی اور جماعتی زندگی کو اسلام کے مقاصد کو پورا کرنے میں ہمہ تن مصروفِ کار رکھے۔

۳......آج دنیا کا نظام زندگی خواہ وہ دنیوی لحاظ سے ہو یا دینی حیثیت سے اس کے زمامِ کار غیر مسلم باغیوں کے ہاتھ میں ہے، زندگی کے قانون کا کوئی بھی شعبہ ہو اس میں غیر الٰہی قانون چل رہا ہے۔ جماعت غرباء اہلِ حدیث دعوت دیتی ہے کہ ایسے غیر الٰہی قانون کو بدل کر قانونِ الٰہیہ رائج کیا جائے اور ہر جگہ اللہ کا ہی قانون بن کر رہ جائے کیوں؟ اس واسطے کہ قانون بنانا کسی فرد یا جماعت کا کام نہیں بلکہ احکم الحاکمین کے ہاتھ میں

ہے۔ آیئے شامل ہو کر ہمارا ہاتھ بٹایئے! ہاں اس قانون کا نفاذ امراء کے ذریعہ ہوتا ہے اور قانونِ الٰہی کی تشریح و تفسیر کا حق صرف نبی کریم ﷺ کو ہی ہے۔ جو ہر وقت' ہر زمانہ اسلامی حکومت کیلئے کافی ہے۔ اس کی موجودگی میں سوائے اقتصادیات کے کسی اسمبلی یا جماعت کو قانون سازی کا حق نہیں۔

۴...... جماعت غرباء اہلِ حدیث دعوت دیتی ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس کے ذریعے مسلمانوں کی عزت مال' جان محفوظ ہو' اور ہمسایہ کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہو۔ اور بداخلاق و بدتہذیبی کے راستوں سے روکتا ہو' کبائر و صغائر گناہ کفر و شرک اور بدعت سے بچنے کی تعلیم دیتا ہو' بدکاری و فحاشی شراب نوشی' رشوت خوری' چوری سے روکنے کی تعلیم دیتا ہو۔

۵...... تاکہ برائیوں کا قلع قمع کیا جائے' شر و فساد دور کیا جائے' نیکی و خیر کا بول بالا ہو۔ قرآن و حدیث کا چرچا کیا جائے اور اس کے مطابق زندگی کو ڈھالا جاسکے۔ جو اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب کہ دنیا میں ہر وہ قانون جس کا نفاذ کیا جائے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔

۶...... اب مسلمانوں کو چاہئے کہ لگاتار کوششیں کریں' سبھی کے سبھی انسان خداوند قدوس کی بندگی کرنے کے ساتھ مطیع و فرمانبردار رہا کریں۔

۷...... مسلمانوں کی شرعی تنظیم میں شرکت کیلئے جدوجہد کی دعوت دیتی ہے تاکہ مسلمان اجتماعی زندگی بسر کر کے اللہ کے حکم کی بجاآوری کریں۔

۸...... سب سے اول مسلمانانِ عالم میں بڑی سلطنت اسلامی حکومت میں شرعی نظام نافذ کیا جائے تاکہ ممالکِ اسلامیہ اس قابلِ اتباع امر پر عمل کریں' رفتہ رفتہ یہ نظامِ الٰہی ساری دنیا پر چھا جائے' یہاں تک کہ شمال و جنوب' مشرق و مغرب اور انفس آفاق میں انگریز و یہود' ہندو' سکھ' لاطینی و یونانی' مسلم و غیر مسلم پر خدائے لم یزل و لایزال کا ہی قانون نافذ ہو۔

۹...... جماعت غرباء اہلِ حدیث دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت میں بحکم خدا نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور دیگر اعمال صالحہ کی پابندی کرانے کے ساتھ ملک کی حکومت کے زمامِ کار سنبھالنے والے بھی پابند ہوں۔

۱۰...... جماعت غرباء اہلِ حدیث دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت میں فحاشی و بدکاری کے اڈے' رقص و سرود کے آلات و ذرائع' شراب نوشی و قمار بازی سودی لین دین' سینما و فلم کا کاروبار اور غیر ممالک سے ہر ایسی چیز کی درآمد منع کی جائے جسے اسلام قطعی طور پر روکتا ہے۔

۱۱...... جماعت غرباء اہلِ حدیث یہ بھی دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت بننے پر سربراہِ مملکت بیعت لے اور ملک میں بیت المال قائم کرے اور عمال و محاسب مقرر کرے۔ طرزِ حکومت کو اعلیٰ طریق خلافت راشد پر چلا کر صحیح معنوں میں حکومت الٰہیہ قائم کی جائے۔ اور زنا بالجبر ہو یا بالرضاء اس پر قانونِ الٰہی کے مطابق حد قائم کی

جائے۔ اسی طرح چوری' سرقہ اور جرائم جن کے ارتکاب پر رجم' قطع ید وغیرہ کئے جاتے ہیں' قرآنی قانون کے مطابق جاری کرے۔

صحیفہ اہلِ حدیث کا اجراء: شعبان ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰) میں مولانا عبدالوہاب مرحوم نے کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے دہلی سے "اہلِ حدیث" کے نام سے ماہانہ رسالہ جاری کیا جسے جماعت غرباء اہلِ حدیث کا آرگن کہنا چاہئے۔ اسی زمانے میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بھی اخبار "اہلِ حدیث" امرتسر سے جاری تھا۔ انہوں نے مولانا کو مشورہ دیا کہ اس کا نام "ہمدرد اہلِ حدیث" رکھ دیا جائے۔ کچھ عرصہ یہ نام چلا چونکہ گورنمنٹ سے صرف "اہلِ حدیث" کے نام ڈیکلریشن حاصل کیا گیا تھا اس لئے ہمدرد اہلِ حدیث نام دیرپا نہ رہ سکا اور جلد ہی اسے تبدیل کر کے ۱۳۴۰ھ میں "صحیفہ اہلِ حدیث" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ یہ رسالہ ۸۲ سال سے الحمدللہ جاری ہے اور برصغیر کے تمام رسائل و جرائد سے زیادہ عمر کا ہے۔ عمر میں کوئی ماہنامہ' ہفت روزہ' سہ روزہ اور روزنامہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا' کتنے ہی رسائل و اخبارات اس کے سامنے منصۂ شہود پر نمودار ہوئے اور دم توڑ گئے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے یہ زندہ و جاوید ہے اور اپنے مسلک کی عمدہ اور بہتر طریقے سے خدمت انجام دے رہا ہے۔ دہلی میں ماہانہ شائع ہوتا تھا جبکہ اب کراچی سے پندرہ روزہ نکلتا ہے۔ مسلک کا یہ سب سے قدیم رسالہ ہے جو باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ آجکل اس کے مدیر مسئول مولانا عبدالجبار سلفی صاحب ہیں جبکہ نگران مولانا عبدالرحمان سلفی امیر جماعت ہیں۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے عابد و زاہد اور تقویٰ شعار بھی تھے' سرزمین حرم سے انہیں بہت محبت تھی' انہوں نے ۱۰ حج کئے' ہمیں ان کے سات حجوں کا سراغ ملا ہے۔ پہلا حج ۱۳۲۱ھ میں کیا' دوسرا ۱۳۲۵ھ' تیسرا ۱۳۲۷ھ میں' چوتھا ۱۳۲۹ھ میں' پانچواں ۱۳۳۱ھ میں' چھٹا ۱۳۴۰ھ میں اور ساتواں حج ۱۳۴۷ھ میں کیا۔

انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی بیویاں کیں جن سے نو بیٹے بڑی عمر کو پہنچے اور چھ بیٹیاں..... کچھ بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے۔ بڑی عمر کے تمام بیٹے دین کے عالم اور مبلغ و واعظ ہوئے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ مولانا حافظ عبدالستار دہلوی ۲۔ حاجی عبدالخالق ۳۔ مولانا حافظ عبدالواحد سلفی ۴۔ مولانا حافظ عبدالقہار سلفی ۵۔ حاجی عبدالحی ۶۔ عبدالودود ۷۔ عبدالقدیر ۸۔ عبدالاحد ۹۔ حافظ عبدالرحمٰن مکی انہوں نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن کئے گئے۔

بیٹیوں کے نام یہ ہیں ۱۔ کلثوم بی ۲۔ رقیہ بی ۳۔ خدیجہ بی ۴۔ مریم بی ۵۔ صغریٰ بی ۶۔ ام سلمہ

مولانا کے دو بھائی تھے مولوی نور محمد اور مولوی احمد مدنی ان کا جدہ سعودی عرب میں انتقال ہوا جبکہ دو بہنیں تھیں ان کے اصل نام تو معلوم نہیں ہو سکے البتہ ایک بڑی بے بے اور دوسری آمنہ بی عرف چھوٹی بے بے معروف تھیں۔

حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی نے ۷۔۸ رجب ۱۳۵۱ھ پیر اور منگل کی درمیانی شب کو گیارہ بجے کے قریب وفات پائی۔ ان کی وفات کی خبر اسی وقت دہلی اور اس کے اطراف واکناف میں پھیل گئی اور تمام دینی مدارس میں چھٹی کا اعلان کر دیا گیا۔ بلکہ اس دن احناف کے مدارس بھی مولانا کی وفات کے افسوس میں بند رہے۔ ان سے اختلاف رکھنے والے لوگوں نے بھی انتہائی حزن و ملال کا اظہار کیا اور علماء مقلدین احناف وغیرہ نے طلباء کو یہ کہہ کر پڑھانے سے انکار کر دیا کہ "آج ہند میں حدیث کا چراغ بجھ گیا"

ہر مکتب فکر کے لوگ بہت بڑی تعداد میں ان کے جنازے میں شامل ہوئے۔ اس عظیم المرتبہ اور جلیل القدر عالم کو ان کے استاذ مکرم شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ دھلوی کے مشرقی جانب پہلو میں قبرستان شیدی پورہ میں دفن کیا گیا۔

نور اللہ مرقدہٗ۔ وجعل الجنۃ مثواہٗ۔ (آمین)

مفسر القرآن والحدیث داعی الی اللہ عالم باعمل

مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام ثانی جماعت غرباء اہل حدیث

مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی، برصغیر پاک و ہند کے ان بلند بخت حضرات علماء سے ہیں جنہوں نے اس خطہ ارض میں خدمت حدیث کا فریضہ ادا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے پہلے دہلی اور پھر کراچی میں مسند درس حدیث آراستہ کی، دعوت و تبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل ہوئے، تالیف و تصنیف کے میدان میں علم کے جوہر دکھائے۔

وہ صاحب صلاحیت عالم دین تھے، ورع و تقویٰ، زہد و عبادت، صداقت و امانت، عفت و صیانت، حلم و تواضع، اخلاق و دیانت، رجوع الی اللہ اور علو اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے۔ حدیث رسول ﷺ سے گہری محبت اور اتباع سنت کا جذبہ صادقہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کے عقیدہ و عمل کا اولین دائرہ داعیان حق کا وہ گروہ تھا جسے اہل حدیث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مولانا ممدوح اپنے اوصاف و کمالات کے اعتبار سے ملت اسلامیہ کی متاعِ بے بہا اور علم و تحقیق کے لحاظ سے قابل قدر شخصیت تھے۔ ان کا وجود گرامی جماعت اہل حدیث کے لئے عزت و وقار کا باعث تھا۔ انہوں نے علم حدیث کی تدریس و ترویج میں بے پناہ خدمت انجام دی، بہت سے علماء و طلباء نے ان سے کسب علم حدیث کیا اور وہ اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ مجھے حضرت مولانا مرحوم کو دیکھنے اور ملنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی میں نے ان کی تصانیف کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور ان کی زندگی سے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے۔ اب وہ مجھے اس دنیا کی ایک چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی شخصیت نظر آنے لگے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ان کے علم و افکار سے استفادہ اور خوشہ چینی کی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی زندگی کے حالات و واقعات کی جھلک قارئین ذی احترام کو بھی دکھائی جائے۔

مولانا حافظ عبدالستار دہلوی ۱۳۲۳ھ ستمبر ۱۹۰۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالوہاب دہلوی نے اپنے اس فرزند اکبر کی تاریخ ولادت ان الفاظ میں رقم فرمائی.....

بسم اللہ الرحمن الرحیم..... ولد ابنی عبدالستار جعلہ اللہ تعالیٰ من عبادہ الصالحین والعلماء العاملین والمجاہدین بن بالکتاب والسنۃ فی اوائل رجب من ۱۳۲۳ ھجریۃ۔

حضرت حافظ صاحب جب حیات مستعار کی پانچ منزلیں پوری کر کے چھٹے سال میں داخل ہوئے توان کی تعلیم وتربیت کی ابتداء ہوئی۔ سب سے پہلے انہیں مدرسہ دار الکتاب والسنۃ صدر بازار دہلی میں حافظ احمد صاحب کے ہاں ناظرہ قرآن پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ جب آپ قرآن مجید ناظرہ پڑھ چکے تو پانی پت کے مشہور قاری حافظ عبدالغفور کرنالوی سے حفظ قرآن کی تعلیم شروع کی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو تیزی ذہن سے خوب نوازا تھا اور ان کے قلب وذہن میں اکتساب علم کا بے پناہ جذبہ و شوق موجزن تھا۔ تھوڑے عرصے میں ہی آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے زمانے میں ہم سبق لڑکے جب ان سے کہتے کہ آؤ کھیلنے چلیں تو یہ ان سے کہتے آؤ مسجد چلیں اور وہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں یا آموختہ سبق یاد کریں۔ نیک طینت والد نے اپنے لائق بیٹے کے دل ودماغ میں نیکی کا جذبہ اور عمل بالحدیث کا شوق ابتدائے عمر میں ہی جاگزیں کر دیا تھا۔ انہوں نے نیکی اور تدین وتقویٰ کے ماحول میں تربیت پائی۔ اس کے اثرات تمام عمر ان کے علم وعمل سے ظاہر ہوتے رہے۔ وہ بچپن ہی میں عام لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں شریک ہوتے اور نہ ہی ان کی ہنگامہ آرائی میں کوئی حصہ لیتے۔ ان کے والد محترم سے بعض احباب نے کہا بھی کہ آپ اپنے صاحبزادوں کو مدرسے سے چھٹی کے بعد اپنے پاس بٹھائے رکھتے ہیں جبکہ دوسرے لڑکے چھٹی کے بعد کھیلتے ہیں اور تفریح کے لئے جاتے ہیں؟ اس پر ان کے والد محترم گویا ہوئے کہ ...... عام لڑکوں کے ساتھ پھرنے اور کھیلنے سے ان کے اخلاق خراب ہوں گے' عادات بگڑ جائیں گی اور یہ لڑنا جھگڑنا' گال گلوچ دینا سیکھ جائیں گے' میں ان کو بُری عادت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔"

کبھی کبھار ان کے والد محترم کسی بڑے طالب علم یا حاجی عنایت اللہ مرحوم کے ہمراہ ہمارے ممدوح حافظ صاحب اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو سیر کے لئے بھیج دیتے۔ یہ دونوں بھائی اپنے مدرسے کے سامنے اگر کبھی دوسرے طلباء کے ساتھ کبڈی کھیلتے تو وہ لڑکے کبڈی کبڈی کہتے لیکن یہ دونوں بھائی سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے۔ لڑکے اس کا سبب پوچھتے تو کہتے قرآن مجید میں ارشاد ہے "جو الفاظ کسی بندے کی زبان سے نکلتے ہیں وہ فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ ہماری تمنا یہ ہے کہ ہمارے الفاظ کبڈی کبڈی کی بجائے سبحان اللہ' سبحان اللہ لکھے جائیں۔"

اس طرح کے کئی واقعات مولانا حافظ عبدالستار دہلوی کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے ملتے ہیں۔ ان کے والد محترم نے کم سنی میں ہی اپنے لخت جگر کو اسوۂ رسول ﷺ کی راہ پر چلنا سکھا دیا تھا۔ بکریاں چرانا بھی انبیاء کرام کی سنت ہے لہٰذا ان کے لئے تین چار بکریاں خرید دیں۔ حضرت حافظ صاحب نماز عصر کے بعد قطب روڈ دہلی میں نہر کے پاس ان بکریوں کو چراتے' شام کو ان کے لئے بازار سے دانہ وغیرہ لاتے اور کھلاتے' ان کا

دودھ نکالتے جو گھر میں استعمال ہوتا۔ ایک بار گائے بھی لے کر دے دی۔ اس کے چارے کا انتظام بھی انہی کے ذمے تھا۔ آپ چارے کی بوری کمر پر اٹھا کر لاتے بسا اوقات اپنے ہاتھ سے چارا کاٹ کر ڈالتے۔ دودھ دوہتے۔ یہ سب کام چھٹی کے بعد کرتے۔ ایک بار کسی نے مولانا عبدالوہاب سے اس کام کے لئے کہا کہ کوئی نوکر رکھ لیں جو یہ سامان وغیرہ بازار سے خرید کر لا دیا کرے' تو مولانا عبدالوہاب فرمانے لگے ہمارے اسلاف صحابہ کرامؓ "کانو خدام انفسہم" اپنے نفسوں کے خود خادم تھے۔ اس طرح حافظ صاحب کی تربیت ہوئی۔ ابتدائے شعور سے ان کے دل میں نیکی کا جذبہ ابھرا گھر کا کام کاج کرنے اور مشقت برداشت کرنے کی انہیں عادت پڑی۔

ان کے والد مولانا عبدالوہاب نے نذر مانی تھی کہ ان کے دو بیٹوں ...... عبدالستار اور عبدالرحمٰن ...... نے قرآن حفظ کر لیا تو وہ انہیں لے کر مکہ جائیں گے اور بیت اللہ شریف میں ان سے قرآن مجید سنیں گے۔ چنانچہ جب دونوں بیٹوں نے قرآن حفظ کر لیا تو وہ ان کو لے کر بمبئی پہنچے اور وہاں سے بحری جہاز میں سوار ہو کر مکہ شریف پہنچ گئے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ (مولوی جی) بھی تھے۔ مکہ شریف پہنچ کر مولانا حافظ عبدالستار نے قرآن مجید سنایا' جبکہ حافظ عبدالرحمٰن جو کہ بیماری کی حالت میں ہی وطن سے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ یہاں پہنچ کر چند روز کے بعد وفات پا گئے اور جنت المعلی میں دفن کئے گئے۔

مولانا عبدالوہاب' مولانا عبدالستار اور مولانا عبدالجلیل خاں کچھ عرصہ مکہ میں قیام پذیر رہے اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر واپس دہلی تشریف لے آئے۔

حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آکر حضرت حافظ عبدالستار نے باقاعدہ تحصیل علم کا آغاز کیا۔ تفسیر و حدیث' اصول و فقہ' صرف و نحو' منطق' فلسفہ اور عربی ادبیات وغیرہ علوم جو اس وقت برصغیر کے دینی مدارس میں پڑھائے جاتے تھے اپنے والد محترم سے پڑھے۔

ذہین طباع طالب علم تھے۔ اللہ نے ان کو قوت حفظ کی نعمت سے نوازا تھا۔ جو چیز حافظے کی گرفت میں آجاتی وہ نکلنے نہ پاتی آپ جملہ علوم و فنون پڑھ کر ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۷ء) میں فارغ ہوئے' اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ دینی علوم سے فارغ ہونے کے بعد اسی سال آپ نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ دارالکتاب والسنۃ میں پڑھانا شروع کر دیا۔ دور طالب علمی میں چھوٹی کلاسوں کو پڑھاتے رہے تھے اب باقاعدہ سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا گیا۔ والد محترم ان کے نگران تھے اور وہ ہر وقت اپنے لائق بیٹے پر نگاہ شفقت رکھتے تھے۔ مسجد میں پنج وقتہ امامت بھی ان کے سپرد کر دی گئی' جمعے کا خطبہ بھی انہی کے ذمے تھا اور مسجد و مدرسہ کے انتظام و انصرام کے معاملات بھی انہی کو تفویض کر دیئے گئے۔ حتی کہ مدرسے کی مسند شیخ الحدیث پر بھی انہی کو متمکن کر دیا گیا اور جماعت کے آرگن صحیفہ اہل حدیث کی نگرانی بھی انہی کو سونپ دی

گئی۔ وہ یہ سب کام انتہائی محنت اور ذمہ داری سے انجام دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد مکرم کی زندگی میں بھی بہت کام کیا اور ان کی وفات کے بعد تو خود کو امور خیر بجالانے میں وقف کر دیا تھا۔ ان کی زندگی حرکت و عمل کا مجموعہ تھی' وہ مستعد اور جفاکش عالم دین تھے۔ ان کا دائرہ درس و تدریس نہایت وسعت پذیر تھا' لوگ ان کے اسلوب' تدریس اور انداز تبلیغ سے بہت متاثر تھے۔ وہ قوت فہم اور بصیرت و دانش سے بھی مالا مال تھے۔ ان کی علمی شہرت دہلی کی حدود سے نکل کر متحدہ ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچی۔ پنجاب' کشمیر' تبت' بلوچستان' سندھ' سرحد' بلتستان' نورستان' بنگال' سیلون' رنگون وغیرہ سے علماء اور شائقین علم ان کے آستانہ فضیلت پر حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ ان کے پڑھانے کا انداز بڑا دلنشین اور نرالا تھا۔ احادیث کے متعلق طالب علم کو پوری تفصیل بیان کرتے' سند اور اسماء الرجال سے متعلق معلومات دیتے' اکثر اوقات راوی حدیث اور صحابیؓ کے حالات بیان کر دیتے۔ احادیث سے ماخوذ مسائل کو خوب ذہن نشین کراتے' اگر دوران سبق دو احادیث متن' سند اور مسائل کے اعتبار سے قدرے مختلف معلوم ہوتیں تو اپنی علمی بصیرت و فقاہت سے دونوں احادیث میں تطبیق دے کر مسئلہ حل کر دیتے۔

قیام پاکستان سے پہلے انہوں نے بیس سال دہلی میں حدیث کا درس دیا' سینکڑوں علماء و طلباء نے ان سے استفادہ کیا۔

۱۹۴۷ء میں دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آگئے وہ پریشانی اور افراتفری کا دور تھا ہر آدمی مصائب و مشکلات میں پھنسا ہوا تھا۔ ان نامساعد حالات میں حضرت امام صاحب نے عزم و ہمت سے خدمت علم و دین انجام دینے کی تگ و دو تاز جاری رکھی۔ ناموافق حالات کے باوجود وہ نئے عزم و ارادے سے دعوت دین کی راہوں پر چل پڑے اور پھر اللہ کے فضل و رحمت سے تمام راستے کھلتے گئے اور پریشانیاں اور تکلیفیں دور ہو گئیں۔ کراچی میں انہوں نے مدرسہ و مسجد بھی تعمیر کی اور صحیفہ اہل حدیث بھی جاری کیا' دعوت و تبلیغ کی سرگرمیاں بھی نئے انداز و اطوار سے شروع کیں۔ حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بہت سی اہم کتابیں بھی شائع کیں۔ بلاشبہ وہ جلیل القدر عالم رفیع المرتبت فقیہہ' حامل حدیث اور بلند پایہ مدرس تھے۔ ان کے چشمہ علم سے بہت سے علماء و طلباء نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ ان کے چند نامور اور مشہور تلامذہ یہ ہیں:

حضرت مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادی' مولانا حافظ عبدالقہار سلفی' مولانا حافظ عبدالواحد سلفی دہلوی' مولانا مقبول احمد مجاہد فیصل آبادی' مولانا حافظ قاری عبدالحکم کرم الجلیلی' مولانا حافظ محمد یونس دہلوی شیخ الحدیث' مولانا حافظ امام عبدالغفار سلفی' مولانا امام حافظ عبدالرحمان سلفی' مولانا عبدالجبار سلفی' مولانا محمد سلیمان جوناگڑھی' مولانا حافظ محمد سلفی' مولانا محمد رفیق پسروری' مولوی عبدالجلیل بنگالی' مولوی عبدالستار کوٹ کپوری' مولانا عبدالجلیل بہاولنگری' مولانا عبداللہ فیصل جھنگوی' مولانا نوراللہ رسول نگری' مولانا حافظ

عبدالماجد دہلوی' مولانا محمد سرور شفیق پسروری' مولانا محمد منیر شاکر سیالکوٹی' مولانا محمد حنیف سلفی فیصل آباد' مولانا محمد صالح سیالکوٹی' حافظ محمد ادریس سلفی' مولانا محمد یوسف میواتی' مولانا انیس الرحمٰن بنگالی' مولانا عبداللہ نون' مولانا عبدالحمید رنگپوری' مولانا محمد اسرائیل بہاری' مولوی عبدالحق انصاری سندھی' مولانا عبدالعزیز اوڈ' مولانا عبدالغنی صغیر اوڈ' مولانا محمد ابراہیم میواتی' مولانا سی سی احمد مدراسی' حافظ محمد انس مدنی' مولانا محمد اسحاق شاھد' مولانا محمود احمد حسن' مولانا ثناء اللہ ڈیروی' مولانا حافظ محمد الیاس' مولانا قاری سلطان احمد میانوالوی۔

مولانا امام عبدالستار فصیح البیان اور قادر الکلام واعظ و خطیب تھے۔ انداز گفتگو نہایت شیریں پر تاثیر تھا۔ کسی مجلس میں زبان کو حرکت دیتے تو حسن بیان اور تاثر انگیزی میں سب پر سبقت لے جاتے۔ توحید کے موضوع پر نہایت مدلل اور موثر وعظ کہتے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد جب تقریر شروع کرتے تو مجمع میں خاموشی چھا جاتی۔ دوران تقریر جب قرات و تجوید سے آیات قرآنی تلاوت کرتے تو سماں بندھ جاتا اور لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ زبان ان کی اپنی تھی انتہائی روانی سے بولتے اور ہر بات صاف اور واضح اسلوب میں کرتے۔ قرآن کے بہت بڑے مفسر تھے۔ اس کے مشکل مقامات اور ناسخ و منسوخ وغیرہ کی عمدگی سے وضاحت فرماتے۔ آیات کا شان نزول' قرآن کی عبارات و استعارات' اعجاز و ایجاز' تخصیص اعراب' مجملات مقامات تذکیر و موعظت' واقعات و قصص' فضائل' اس کے اجمال و تفصیل' متشابہات و محکمات' حروف مقطعات اور وحی وغیرہ اہم مسائل پر اس اسلوب سے گفتگو فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ انداز بیاں درد میں ڈوبا ہوا' جو بات زبان سے ادا ہوتی وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلتی' اس سے اثر کا دائرہ اور بھی بڑھ جاتا۔ پورا وعظ قرآن و سنت سے ترتیب کے ساتھ کہتے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر صوم و صلوٰۃ اور احکام شریعت کے پابند ہوئے۔

متحدہ ہندوستان کے زمانے میں بھی اور اس کے بعد پاکستان میں بھی جب بھی اور جس جگہ سے بھی ان کو پیغام آیا بلا تامل وہاں توحید و سنت کی تبلیغ کے لئے گئے۔ بدعات و محدثات کے سخت مخالف تھے۔ اس کے استیصال کے لئے کوشاں رہتے۔ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کا شدید جذبہ رکھتے تھے۔ جو بھی متروک سنت معلوم ہوتی اس پر عمل کرنے کی سعی فرماتے۔ اپنے حلقہ ارادت میں اس درجے رعب و دبدبے کے مالک تھے کہ ان کی موجودگی میں کسی کو ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے کی ہمت نہ تھی اور نہ کوئی غیر شرعی حرکت کا مرتکب ہوتا تھا۔ حضرت امام صاحب جس کسی کو بھی اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرتے اس سے باقاعدہ بیعت لیتے کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرے گا' سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنائے گا' نماز' روزے کی پابندی کرے گا' داڑھی نہیں منڈوائے گا اور ہر طرح کے حقوق و معاملات میں اسلامی تعلیم کو ہی پیش نگاہ

رکھے گا، دیگر یہ کہ اپنے امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا۔ امام صاحب مرحوم نے ہندوستان میں بھی دعوت و تبلیغ کا خوب کام کیا اور یہاں پاکستان آکر بھی انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔

مناظرے

وہ اپنے دور کے بلند پایہ مناظر بھی تھے۔ قدرت نے ان کو علم و فضل کا حظ وافر عطا کیا تھا۔ مطالعے کی حدود وسعت پذیر تھی، قرآن و سنت کے احکام و فوائد اور مسائل سے آگاہ تھے۔ انہوں نے بڑے کامیاب مناظرے کئے، تحمل اور اعتدال کے دائرے میں رہ کر حریف سے مخاطب ہوتے اور موضوع کی حد میں رہ کر مدلل گفتگو کرتے۔ زوردار دلائل سے مناظرے میں ان کی گرفت بڑی مضبوط ہوتی۔

انہوں نے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر مندرجہ ذیل حضرات سے مناظرے کئے اور کامیاب و کامران ہوئے۔

۱- عمر دین مرزائی سے حیات مسیح کے مسئلے پر مناظرہ ہوا۔

۲- پادری عبدالحق سے تثلیث کے بارے میں میدان مناظرہ گرم ہوا۔

علمائے احناف میں سے مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا عبدالکریم، مولانا خدا بخش، مولانا میرک شاہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی سے تقلید، رفع یدین عندالرکوع، فاتحہ خلف الامام وغیرہ موضوعات پر مناظرے ہوئے۔

۶ اور ۷ مارچ ۱۹۴۵ء کو ہابڑی ضلع کرنال میں امام صاحب کا حنفی عالم مولوی خیر محمد جالندھری اور عبدالکریم (امیر الفتویٰ خانقاہ امدادیہ) سے تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ اس مناظرے میں تین موضوع رکھے گئے تھے:

(۱) فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ (۲) فاتحہ خلف الامام۔ (۳) بے نماز مشرک ہے۔

اہل حدیث مناظر کے ذمے قرآن و سنت سے اس کے ثبوت دینا تھے جبکہ حنفی علماء کا دعویٰ اس کے برعکس تھا۔

امام عبدالستار صاحب نے حنفی مناظروں کو آڑے ہاتھوں لیا پہلے خیر محمد جالندھری ان کے سامنے بے بس ہوئے اگلے روز خانقاہ امدادیہ کے امیر الفتویٰ مولوی عبدالکریم بھی گھٹنے ٹیک گئے۔ حنفی علماء کی بے بسی دیکھنے کے قابل تھی اس موقع پر بفضل اللہ گاؤں کے چالیس افراد نے فقہ حنفی کی پیروی سے تائب ہو کر اہل حدیث مسلک قبول کیا تھا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی جو امام صاحب کے حصے میں آئی۔ حضرت امام صاحب کے معاصر علماء کے ساتھ "مسئلہ امارت" پر بھی دلچسپ مناظرے ہوئے۔ اسی طرح کا ایک مناظرہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ کو بھینی سدھواں ضلع امرتسر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے ساتھ ہوا

تھا۔اس کی روداد بڑی دلچسپ ہے لیکن میں اس میں الجھنا نہیں چاہتا وہ ایک دور تھا جو اپنی خوشگوار اور ناخوشگوار یادیں چھوڑ کر گزر گیا۔ نہ وہ اہل علم آئیں گے اور نہ وہ لوگ' یہ مادہ پرستی اور نفسا نفسی کا زمانہ ہے' اخلاص و للّٰہیت کی جگہ ریاو نمود نے لے لی ہے اور علم کی جگہ جہالت نے بسیرا کر لیا ہے' آئے دن حالات خراب سے خراب تر ہوتے جارہے ہیں اور اب علم کی کشتی کہیں نظر نہیں آتی۔ صدق دل سے دعا ہے کہ اللہ مرحوم علمائے اہل حدیث کے درجات بلند فرمائے اور موجودین کو اسلاف کے نقش قدم پر چلائے آمین۔

مولانا عبدالستار مرحوم نے تالیف و تصنیفات میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔ ان کی بہت بڑی خدمت قرآن کی تفسیر و ترجمہ اور حواشی ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے خالص کتاب و سنت کی تعلیم پر بھی کتب تصنیف کیں جس کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ **تفسیر ستاری** قرآن مجید کی یہ اردو تفسیر ہے جو اپنے دامن میں بہت سے علمی معارف کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اس میں سلف صالحین کے نقطہ نظر کے مطابق احادیث نبوی ﷺ اور اقوال صحابہؓ کی روشنی میں مطالب قرآن بیان کئے گئے ہیں۔ امام صاحب نے تفسیر قرآن کا یہ کام ماہ محرم ۱۳۶۶ھ کو شروع کیا تھا۔ ابھی یہ کام چھ سات پاروں تک پہنچا تھا کہ وہ اس فانی دنیا کو چھوڑ گئے۔

۲۔ **تفسیر سورۃ فاتحہ** یہ بڑی جامع اور مدلل تفسیر ہے جو مولانا نے شرح و بسط کے ساتھ قریباً لکھی ہے۔ دیگر اہل علم نے عربی' اردو' فارسی میں سورۂ فاتحہ کی جو تفاسیر لکھی ہیں ان میں ایک قابل قدر چیز یہ بھی ہے۔ قارئین پڑھ کر اس کی خوبیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

۳۔ **فوائد ستاریہ** قرآن مجید کا یہ وہ حاشیہ ہے جسے حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر سپرد قلم کیا گیا ہے۔ جس سے مسلک اہل حدیث کی ایک بڑی ضرورت ہو گی۔

۴۔ **ہفت پارہ مترجم** قرآن مجید کے ابتدائی سات پاروں کا مجموعہ ہے۔ مولانا کے بیان کردہ علمی نکات کی روشنی میں مولانا مفتی عبدالقہار سلفی صاحب نے اس حواشی تحریر کئے ہیں۔

۵۔ **سترہ سورۃ مترجم** اس میں سترہ سورتیں ہیں جن پر حواشی لکھے گئے ہیں ان سورتوں کے نام یہ ہیں: سورہ فاتحہ' سورہ یٰسین' سورہ فتح' سورہ رحمٰن' سورہ واقعہ' سورہ دخان' سورہ سجدہ' سورہ مزمل' سورہ کہف' سورہ النازعات' سورہ ملک' سورہ کافرون' سورہ اخلاص' سورہ فلق اور سورہ الناس۔

۶۔ **پنج سورہ** یہ پانچ سورتوں کا ترجمہ اور حاشیہ تھا جو "سولہ سورہ" سے پہلے لکھا گیا تھا بعد میں اسے سولہ سورہ میں شامل کر دیا گیا۔

۷۔ **سورہ یٰسین** یہ پاکٹ سائز پر سورہ یٰسین کا ترجمہ و حاشیہ ہے۔

۸۔ **نصرت الباری** صحیح بخاری کی مستند اردو شرح مع متن بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

۹- **فتاویٰ ستاریہ** یہ فتاویٰ بہت سے روز مرہ کے ہزاروں مسائل پر مشتمل ہے اس کی ضخامت چار جلدوں تک پہنچی ہوئی ہے۔

۱۰- **حقیقة التوسل والوسیلة** اس میں مسئلہ توسل اور سماع موتی کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

۱۱- **الدر الثمین فی الجهر بالتامین** اس میں اونچی آواز سے آمین کہنے سے متعلق احادیث درج کی گئی ہیں۔

۱۲- **حکم رب الانام فی ابطال عمل المولد والقیام** اس میں مولود سے متعلقہ مروجہ مجالس کی بادلائل چار سو صفحات پر تردید کی گئی ہے۔

۱۳- **حکم النبی بکفر من لا یصلی** قرآن وسنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ بے نماز مسلمان نہیں ہے۔

۱۴- **تکمیل البرهان فی قرات ام القرآن** یہ کتاب امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں دلائل ہیں۔

۱۵- **الدلائل الواثقه فی جواز تسلیمة واحدة** اس میں نمازی کے لئے ایک سلام پھیرنے کے جواز کے ۲۵ دلائل دیئے گئے ہیں۔

۱۶- **خطبہ امارت** اس کتاب میں مسئلہ امارت کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

۱۷- **شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ** (عربی) مسئلہ داڑھی پر مدلل کتاب ہے۔ اس کا اردو میں بھی ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔

۱۸- **ایک اہم سوال اور اس کا جواب** اس میں بیت اللہ شریف میں بچھائے گئے چار مصلوں کی قلعی کھولی گئی ہے اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ زمانہ نبویؐ اور خیر القرون میں یہ نہیں تھے اور نہ ہی ائمہ اربعہ نے اس کا حکم دیا۔ الحمد للہ شاہ سعودؒ نے بیت اللہ سے اس بدعت کو ختم کر دیا۔

۱۹- **احقاق حق و ابطال باطل** اس رسالے میں زمانہ دہلی میں مخالفین امارت کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

۲۰- **القول الصحیح فی اثبات حیات المسیحؑ** مسئلہ حیات مسیحؑ پر مفصل بادلائل بحث کی گئی ہے۔

۲۱- **تحقیق حرف ضاد و دواد** اس کا تعلق قرأت وتجوید سے ہے۔

۲۲- **مراسم شعبان کی تردید** جو لوگ شعبان میں بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔

۲۳- **اقامة الحجة على ان النداء الثالث يوم الجمعة في المسجد بدعة** یہ رسالہ جمعہ کی اس اذان کے متعلق ہے جسے اذان عثمانی کہا جاتا ہے۔

۲۴- **تنبیه اہل الفرش باستواء الله على العرش** اس کتاب میں اللہ پاک کا بذاتہ عرش پر ہونا اور اس کا علم و قدرت وامر کے ہر جگہ ہونے کا ثبوت ہے۔

۲۵- **تنبيه الغلاة في حلة السلحفاة** دریائی جانوروں کی حلت کے بارے میں دلائل ہیں۔

۲۶- **ضرب الفاس على من كره الصلوة لمكشوف الرائس** ننگے سر نماز پڑھنے پڑھانے کے جواز میں یہ کتاب لکھی گئی۔

۲۷- **ملفوظات ستاریه** امام صاحب کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔

بے شک مولانا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک اور بے شمار اوصاف حمیدہ کے حامل، شرافت و نجابت اور فضل و کمال میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ قدرت الٰہی نے انہیں بہت سی علمی و عملی اور قائدانہ صلاحیتوں سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔

تفویض امارت

جولائی ۱۹۳۲ء میں محدث مولانا امام عبدالوہاب دہلوی کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد جماعتی افراد کا ایک بھرپور نمائندہ اجلاس ہوگا۔ اس میں مولانا امام عبدالستار کے علم و فضل اور صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں اتفاق رائے سے جماعت کا امیر بنادیا گیا اور ان کی بیعت کرلی گئی۔ اس موقع پر انہوں نے جماعت کے ایک بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ...... بھائیو! والد صاحب کی وفات کے بعد جماعت نے مجھ عاجز کو جماعتی خدمات کے بار گراں اٹھانے پر مجبور کیا اور کہا کہ ہم آپ کے والد مرحوم سے آپ کی امارت کے متعلق منظوری لے چکے ہیں لہذا یہ بوجھ آپ کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ عاجز نے توکلا علی اللہ بادل نخواستہ جماعت کے اصرار کرنے پر ان کی درخواست کو تسلیم کیا اور جماعت نے عاجز کے ہاتھ پر ماتحتی کی بیعت کی بفضلہ تعالیٰ آپ سب میرے عضو و عناصر ہیں آپ جانتے ہیں کہ مختلف اعضاء کی تکمیل کا نام کامل انسان ہے لہذا اس جماعت کے متعلق صیغہ جات کی انجام دہی کے فرائض آپ بھی لیجئے اور سرگرم عمل رہیے تاکہ خلق خدا کی ٹھیک ٹھیک خدمات ہو سکیں۔"

امام موصوف نے اپنے والد کی زندگی میں بھی دین کا بہت کام کیا اور ان کے بعد منصب امارت پر فائز ہونے پر تو یوں سمجھئے وہ جماعت اور دین کے ہی ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے خداداد فہم و فراست سے جماعت کی

تعمیر و ترقی میں خوب کام کیا، لیل و نہار کی پروا کئے بغیر وہ اس مشن میں مصروف کار ہو گئے، اس کار خیر میں ان کے دست راست مولانا عبداللہ اوڈ اور مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ رحمہما اللہ کے علاوہ تمام جماعتی رفقاء بھی تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد جماعت ان کی سرپرستی اور قیادت میں نہایت اچھے کام کرتی رہی۔ جماعت کے مبلغ دور دراز کے علاقوں میں جاتے لوگوں کو توحید و سنت کا وعظ کرتے، انہیں اسلامی تعلیم سے آگاہ فرماتے، بسا اوقات ان مبلغین کو توحید کا وعظ کہنے پر مصائب سے بھی گزرنا پڑتا لوگ اپنے مزاج اور مسلک کے خلاف سننا گوارانہ کرتے اور الٹا ان داعیان حق کو زدوکوب کرتے۔ مولانا خود بھی اور ان کے تربیت یافتہ مبلغین کلمہ حق کہنے میں بیباک اور جری تھے۔ اکثر مزارات و مقابر اور عرسوں میں جا کر مناہی و منکرات اور بدعات و خرافات کے خلاف وعظ کہتے، اگر کوئی پیر یا کسی مزار کا گدی نشین ان کو عرس میں شرکت کی دعوت دیتا تو اس دعوت کو قبول فرماتے اور وہاں جا کر غیر شرعی کاموں کے خلاف آواز بلند کرنا اپنا فریضہ سمجھتے۔ اسلام کے ایسے سچے داعی اب کہاں پیدا ہوں گے۔ آپ کم و بیش ۳۵ سال جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر رہے۔

متحدہ ہندوستان میں جماعت غرباء کے ۲۰ کے قریب مدارس تھے جہاں باقاعدہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع تھا اور وہاں قرآن و حدیث سے متعلقہ علوم و فنون پڑھائے جاتے تھے۔ ہمیں تلاش و بسیار کے بعد ۱۵ مدارس کے متعلق معلوم ہو سکا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱- مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار دہلی- جماعت کی یہ قدیم درسگاہ ہے، الحمد اللہ اسلاف کی یہ یادگار اب بھی قائم و دائم ہے اور اس میں قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی مقام پر مرکزی دارالامارت ہند کا صدر دفتر ہے۔

۲- مدرسہ تعلیم النساء دارالامارت مرکز دہلی- یہ لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا تھا۔

۳- مدرسہ تعلیم الاطفال دہلی- اس میں چھوٹے بچوں کو حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۴- مدرسہ تعلیم القرآن سانگلہ- کانپور (میوات)

۵- مدرسہ اسلامیہ- جھانڈہ میوات

۶- مدرسہ اہل حدیث بھوانی حصار- اس کے معلم و منتظم حاجی عبدالعزیز بھوانی مرحوم تھے۔

۷- مدرسہ سلیمانیہ پرائمری فاضلکا فیروزپور- اس کا انتظام و انصرام بھی مولانا عبداللہ اوڈ مرحوم کے پاس تھا اور وہی اس کے بانی تھے۔

۸- مدرسہ دارالاصلاح فاضلکا ضلع فیروز پور- اس کا انتظام و انصرام مولانا عبداللہ اوڈ مرحوم کے پاس تھا اور وہی اس کے بانی تھے۔

۹- مدرسہ دارالسلام جھانسہ کرنال- اس کے منتظم چوہدری اصغر علی اور سید شریف حسین ہاشمی تھے۔

۱۰- مدرسہ دارالہدیٰ- اجڑانہ ضلع کرنال

۱۱- مدرسہ دارالحق- کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ

۱۲- مدرسہ اشاعت الحق- ہری کے کلاں فیروز پور

۱۳- مدرسہ تقویۃ الاسلام- دیپ سنگھ والا فرید کوٹ

۱۴- مدرسہ اسلامیہ- ہڈی والا فیروز پور

۱۵- مدرسہ تعلیم القرآن- کوہاڑیانوالی فیروز پور

ان مدارس کا جملہ انتظام جماعت کے ذمے تھا اور ہر سال مولانا عبداللہ اوڈ اور دیگر جید اساتذہ ان مدارس میں جا کر طلباء کا امتحان لیتے۔ اول، دوئم، سوئم اور اچھے نمبر حاصل کرنے والے طلباء کو انعام سے نوازا جاتا۔ افسوس..... تقسیم ملک کے موقع پر دینی علوم کے یہ مراکز فساد کی لپیٹ میں آکر ویران ہو گئے، اسلام کا یہ بہت بڑا نقصان تھا جو ہوا۔

تقسیم ملک سے چند ماہ پہلے جب آزادی کی تحریک عروج پہ تھی، ہندوؤں اور سکھوں نے اسلام دشمنی کے باعث مسلمانوں کو بعض علاقوں میں قتل کرنا شروع کر دیا تھا، ان کے گھر نذر آتش کیے جانے لگے ان کے مال و اسباب کو لوٹا جانے لگا، بہو بیٹیوں کی عزت بچانا مشکل تھا۔ اس نازک صورتحال میں حضرت الامام مولانا عبدالستار مرحوم نے اپنے ان مظلوم بھائیوں کی مدد کے لئے صدا بلند کی اور بہت سے مسلمانوں نے اس موقع پر دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیا اور دل کھول کر مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت کی۔

مولانا عبدالستار خالص مذہبی آدمی تھے ملکی سیاست سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کا اوڑھنا بچھونا قرآن و سنت تھا اور وہ اسی کو سینے سے لگائے، دل میں بسائے ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی سیاست کی طرف رخ نہیں کیا۔ البتہ مسلمانوں کے وہ ہمدرد اور بہی خواہ تھے جب تحریک پاکستان اپنے جوبن پہ تھی تو انہوں نے بھی اپنے رفقاء مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی اور مولانا جان محمد اختر کی معیت میں ۱۹۴۶ء کو دہلی سے کلکتہ تک اور پورے بنگال کا ۱۹ روزہ دورہ کیا۔ اس دورے میں مسلم لیگ کی حمایت اور حصول پاکستان کے نظریے کی اشاعت کے لئے خوب کام کیا۔

علاوہ ازیں مولانا عبداللہ اوڈ مرحوم نے جماعت غرباء کے نمائندے کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں

مسلم لیگ کی طرف سے بھی بڑا کام کیا' وہ اپنے علاقے میں تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے اکابر افراد میں شمار ہوتے تھے۔ امام جی کے وہ رفیق اور مشیر خاص تھے جو بھی جماعتی کام ہوتا اس میں ان کا مشورہ اور عمل دخل ضروری سمجھا جاتا۔

ہمارے ممدوح امام جی مولانا عبدالستار مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت کے متمنی تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی اس مملکت خداداد میں صرف اللہ کا ہی قانون نافذ ہو۔ اس وقت میرے سامنے صحیفہ اہل حدیث دہلی ماہ شعبان جولائی ۱۹۴۷ء کا شمارہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲۵ اور ۲۶ پر حضرت امام صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل مضمون پیش کیا گیا ہے۔

"برادران اہل حدیث! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' وبعد...... یوں تو عرصہ سے جماعت اہل حدیث کے باہمی افتراق وانتشار کے مہلک مرض کا علاج ہوتا رہا ہے۔ جو کہ بمثل مشہور "جوں جوں علاج کیا مرض بڑھتا گیا۔ یہ انشقاق کا منحوس مرض ترقی پکڑتا گیا مگر حالات کے پیش نظر اگر اس وقت باہمی کشیدگیوں کا خاتمہ کرتے ہوئے یا اپنے تک محدود رکھتے ہوئے متفقہ طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کیا گیا تو یقیناً زمانہ مستقبل میں ان پر عرصہ حیات تنگ ہو جائے گا چنانچہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں سنی' شیعہ حضرات کو مدعو کیا جا رہا ہے اور وہ اپنے اپنے مذہب کے قوانین مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ وقت ہے کہ اہل حدیث حضرات جو مختلف صوبوں میں خاص طور پر پنجاب وبنگال میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ فوراً بیدار ہوں۔ خواب غفلت کو دور کریں اور پاکستان دستور ساز اسمبلی میں اپنی نمائندگی کا مطالبہ کریں۔ نیز کتاب وسنت کی روشنی میں مسلک کے قوانین مرتب کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور وقت آنے پر دستور ساز اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرائیں۔

اسلامی حکومت میں اسلامی قانون

خدا تعالیٰ کی عنایت سے جس شاندار کامیابی کے ساتھ پاکستانی حکومت قائم ہوئی ہے۔ امید ہے کہ اس میں اس سے زیادہ شان وشوکت کے ساتھ ملت اسلامیہ کے ان احکام وقوانین کا احیاء واجرا ہو۔ جن کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے تقریباً آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا پر پیش فرمایا تھا اور وہ احکام وقوانین کلام اللہ وحدیث رسول اللہ ﷺ پر مشتمل تھے۔ چنانچہ اب وہ کلام اللہ اوراق قرآن مجید وحفاظ امت کے سینوں میں محفوظ ہیں اور حدیث رسول اللہ ﷺ کتب صحاح ستہ بخاری شریف' مسلم شریف' ابوداؤد شریف' ترمذی شریف' نسائی شریف' ابن ماجہ شریف' وَمَا وَافَقَ بِهَا میں قلمبند ہیں۔ ان کتابوں کی صحت وثبت پر مسلمانان شرق وغرب کا اتفاق ہے۔ یہ کتابیں اسلام کی اصول تسلیم کی گئی ہیں۔ یہ کتابیں دنیا بھر کے مدارس

اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ طلباء کی دستار بندی و تقسیم انعام انہیں کتابوں پر ہوتا ہے۔ لہذا یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستانی حکومت میں قرآن مجید اور کتب صحاح ستہ کو مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں لازماً رکھا جائے گا...... نیز حکومت پاکستان ارکان اسلام توحید' اتباع سنت' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کی پابندی' شراب نوشی' جوئے بازی' بیاہ' شادی' غمی کی رسومات قبیحہ کا انسداد' بدکاری' چوری' خون ریزی وغیرہ کی حدود کا اجرا کر کے زمانہ نبوت کی یاد تازہ کرے گی۔ حکومت پاکستان میں مرد' عورتیں سیرت و صورت اور پوشاک اسلامی کو مذہبی شعار سمجھیں گے اور غیر مسلم اقوام کے لئے بھی وہی آئین مرتب کئے جائیں گے جو عہد نبویؐ و خلافت راشدہ میں معمول بہا تھے اور ان کے تحفظ کا پورا خیال رکھا جائے گا۔

دعا ہے کہ خدا کرے حکومت پاکستان تحفظ اسلام' خدمات دین میں پیش پیش ہو۔"

فقط

خادم الاسلام

والمسلمین ابو محمد عبدالستار

امام جماعت غرباء اہل حدیث ہند۔ دہلی

مذکورہ بالا بیان حضرت امام صاحب مرحوم کے اخلاص اور اسلام دوستی کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ لیکن افسوس کہ پاکستان معرض وجود میں آنے کے باوجود یہاں ابھی تک اسلامی قانون کا نفاذ نہیں ہو سکا' باون سال سے زیادہ عرصہ اس ملک کو قائم ہوئے ہو گیا ہے۔ بہت سے اسلام کے دعویدار قصر صدارت پر براجمان ہوئے مگر آج تک کسی کو وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی توفیق نہ ہو سکی۔ ۱۹۴۷ء میں اس ملک کی خاطر لاکھوں جانیں قربان ہوئیں' لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے لیکن ان کی قربانیوں کی ذرا قدر نہ کی گئی۔

ہمارے حضرت امام صاحب بھی قیام پاکستان کے موقع پر اپنے اہل و عیال اور عقیدت مندوں سمیت دہلی سے ہجرت کر کے روشنیوں کے شہر کراچی میں آکر قیام پذیر ہوئے اور یہاں برنس روڈ پر مرکزی دارالامارت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دہلی میں ان کا سلسلہ دعوت و تبلیغ بڑا وسیع تھا' وہاں ان کا آبائی مدرسہ اور مسجد بھی تھی' اس کا جملہ انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ عبدالواحد سلفی مرحوم نے سنبھال لیا۔ وہ تادم زیست اپنے اس مدرسے دارالکتاب والسنۃ دہلی کے منتظم و منصرم رہے۔ اللہ کے فضل سے یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے اور اس کے ناظم مولانا حافظ عبدالماجد سلفی ہیں۔ حضرت حافظ صاحب مرحوم نے کراچی آکر نئے سرے سے کام کا آغاز کیا' مدرسہ بھی قائم کیا اور مسجد بھی تعمیر کی' جماعت غرباء اہل حدیث کو پاکستان میں نئے سرے سے منظم کیا' جہاں جہاں بھی جس جس علاقے میں جماعتی افراد سکونت پذیر تھے وہاں جماعت کا نظم قائم کر کے امیر مقرر کر دیئے گئے' اس طرح نئے عزم و ولولے سے جماعت تعمیر و ترقی کی شاہراہ پر

گامزن ہو گئی۔ اگرچہ اس وقت حالات ناساز گار تھے لیکن جماعت کے مبلغین وطن عزیز کے دور دراز علاقوں میں پہنچتے اور فریضہ تبلیغ ادا کرتے۔

ہر سال کراچی میں عظیم الشان سہ روزہ تبلیغی کانفرنس کا انعقاد ہوتا (یہ سلسلہ اب بھی برابر اس طرح قائم ہے) اور پاکستان کے چاروں صوبوں سے اہل حدیث علماء اور عوام اس میں شریک ہوتے۔ کئی روز تک دعوت و تبلیغ کا سلسلہ چلتا' لوگ اہل علم کے ارشادات عالیہ سن کر اپنے عقائد کی اصلاح کرتے اور توحید و سنت پر عمل پیرا ہونے کا عزم کرتے۔ غرض اس طریقے سے جماعت غرباء اہل حدیث نے امام عبدالستار کی سربراہی میں دعوت دین کو لوگوں میں پھیلایا اور معاشرے میں رائج بدعات ورسوم کی تردید کر کے توحید و سنت کی تعلیم کو اُجاگر کیا۔

دوران حج حرمین میں دروس القرآن والحدیث

ابتدائے شعور سے ہی حضرت امام مرحوم کے دل میں حرمین کی محبت گھر کر گئی تھی' آپ نے اپنی زندگی میں کئی بار حج اور عمرے کئے۔ جب بھی آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے جاتے' جماعتی احباب کثیر تعداد میں ہمراہ ہوتے۔ بعض مرتبہ صحیحین پڑھنے والے طلباء کو بھی ساتھ لے لیتے۔ انہیں نماز فجر کے بعد اسباق پڑھاتے' مکہ اور مدینہ پہنچ کر بھی یہ سلسلہ جاری رکھتے۔ اس دور میں بحری جہاز کے ذریعے سفر کیا جاتا تھا' دوران سفر نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے' امامت خود کراتے' نماز فجر کے بعد درس حدیث اور حج سے متعلقہ مسائل بیان کرتے' سفر کرکے دوران اگر جمعہ آجاتا تو مختصر خطبہ پڑھ کر نماز پڑھادیتے۔ لوگوں کو اتباع سنت کی تلقین کرتے اگر جہاز کا افسر مل جاتا تو اسے بھی قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرتے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر بھی وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جتنا عرصہ وہاں قیام فرماتے روزانہ نماز فجر کے بعد مقام ابراہیم کے پاس حجاج کرام کو اردو اور عربی زبان میں مسائل حج اور توحید بیان کرتے۔ جب مدینۃ الرسول ﷺ میں حاضری ہوتی تو مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں بزم سجاتے۔ توحید اور اتباع سنت کے موضوع پر وعظ کہتے جسے سن کر لوگ خوب اثر لیتے۔ ان کا حلقہ درس بڑا کامیاب ہوتا جس میں دور دراز کے ممالک سے آنے والے تمام فقہی مسلک کے لوگ شرکت کرتے۔ بسا اوقات مختلف ممالک کے علماء اور لوگ آپ سے دینی مسائل دریافت کرتے' آپ بڑی خندہ روئی سے مدلل اور جامع جواب دے کر انہیں مطمئن کر دیتے۔

علمائے حجاز بھی آپ کی علمی قدر و منزلت کے معترف تھے اور وہ حد درجے عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کے ساتھ بھی علمی مجالس ہوتیں' مسائل پہ تبادلہ خیال ہوتا' اس ضمن میں بہت سے نئے مسائل سامنے آتے۔

۱۴۰۷ھ میں آپ حج کے لئے گئے' ہمراہ' بخیین پڑھنے والے ارشد تلامذہ حافظ عبدالغفار سلفی' حافظ محمد یونس' قاری عبدالحکم کرم الجلیلی اور مولانا عبدالقہار سلفی بھی ہم رکاب تھے۔ وہاں فراغت حج کے بعد مکہ ہی میں قیام تھا کہ ایک روز ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ کو مکہ مکرمہ کے جید اور مشہور عالم دین علامہ شیخ حمود شویل مرحوم ان کی ملاقات کو تشریف لائے اور فرمانے لگے ...... ''مجھے اہل توحید' اہل حدیث سے محبت ہے' آپ کی محبت ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہے حالانکہ آپ کی رہائش تلاش کرنے میں مجھے بڑی دقت پیش آئی ہے' مدرسہ دارالحدیث مکہ کے سیکریٹری شیخ محمد عمر مجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔''

علمائے عرب و عجم کا خراج تحسین

شیخ نے اس طرح کے محبت بھرے الفاظ سے مولانا سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا اس کے جواب میں اسی طرح کے الفاظ امام صاحب نے ارشاد فرمائے۔ شیخ حمود شویل امام صاحب کی مجلس میں بیٹھے اور مستفید ہوئے۔ اگلے روز نماز عصر کے بعد پھر آئے اور حضرت الامام صاحب کو اپنی کار میں بٹھا کر جدہ لے گئے۔ وہاں عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت علامہ شیخ محمد نصیف کے ہاں حاضر ہوئے۔ شیخ نصیف اہل توحید سے انتہائی محبت رکھتے تھے' بڑے تپاک اور خلوص سے ملے۔ ان کے ہاں مذاکرہ علمیہ جاری تھا' عرب کے مشہور علماء علامہ شیخ محمد بشیر الابراہیمی الجزائری' شیخ عبدالرزاق عفیفی' علامہ شیخ عبدالرحمان یمنی مصروف گفتگو تھے۔ علامہ شویل نے ان سے حضرت الامام کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا...... ''هذا الشيخ عبدالستار رجل عالم موحد وله جماعة كبيرة في الهند و باكستان وهولاء من الدين يخدمون الدين ويجتهدون لا علاء كلمة التوحيد وكان ابوه الشيخ عبدالوهاب المحدث دهلوى رحمه الله من كبار اہل التوحيد و اہل العلم وله تلاميذ كثيرة وكان سكن معنا في المكة والمدينة واستفد منه كثيرا۔''

ترجمہ :۔(شیخ عبدالستار ایک عالم اور موحد شخص ہیں ہندوپاکستان میں ان کی بڑی جماعت ہے۔ یہ لوگ اللہ کے دین کے خادم ہیں اور کلمہ توحید کے بلند کرنے میں ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے والد شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی بڑے زبردست عالم اور بڑے موحد تھے ان کے بہت شاگرد ہیں وہ ہمارے پاس مکہ اور مدینہ میں ٹھہرے تھے ہم ان کے مواعظ حسنہ سے بہت مستفید ہوئے تھے۔)

تعارف کے بعد شیخ نصیف سب علماء کو کھانے کے کمرے میں لے گئے تو تمام حضرات نے کرسیوں پر بیٹھ کر بغیر جوتے اتارے کھانا شروع کر دیا۔ امام صاحب فرمانے لگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جوتا اتار کر کھانا کھانا چاہیے۔ جواب میں علماء کہنے لگے ہم نے تو یہ حدیث آج تک نہیں سنی اور نہ دیکھی ہے۔ امام صاحب نے کہا ہم آپ کو دکھا دیں گے۔ اسی شام آپ واپس مکہ آگئے۔ اگلے روز نماز فجر اور درس حدیث سے فارغ ہو کر واپس قیام گاہ پر آگئے۔

مولانا یونس دہلوی سے فرمایا وہ اوپر جا کر مشکوٰۃ شریف سے حدیث نقل کر کے لائیں۔ مولانا یونس فوراً ہی وہ حدیث نقل کر کے لے آئے اس کے الفاظ یہ تھے..... "عن انس بن مالک قال' قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ اروح لاقدامکم" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو جوتی اتار کر کھاؤ اس میں تمہارے قدموں کے لئے راحت ہے۔"

حضرت امام صاحب یہ حدیث لے کر جدہ پہنچے اور شیخ نصیف کے ہاں پہنچتے ہی شیخ محمود شویل سے مخاطب ہو کر فرمایا "جئتکم بحدیث النبی علیہ السلام الذی وعدتکم بالامس" (جس حدیث کا میں نے کل آپ سے وعدہ کیا تھا وہ لے آیا ہوں) یہ کہہ کر پرچہ شیخ کے ہاتھ میں دے دیا انہوں نے پڑھا اور فرمانے لگے صاحب مشکوٰۃ نے یہ حدیث کہاں سے لی ہے؟ امام صاحب نے فرمایا دارمی شریف سے۔ اب دارمی منگوا کر حوالہ دیکھا گیا تو فرمانے لگے کہ امام دارمیؒ نے تو اس حدیث پر باقاعدہ باب باندھا ہے باب فی خلع النعال عند الاکل اور اس حدیث کو سند وار بیان کیا ہے واقعی مسئلہ بالکل درست ہے۔ جب حدیث کی تحقیق ہو گئی تو شیخ شویل فرمانے لگے..... "انی عاھدت ربی ان لا اسمع حدیثاً من احادیث النبی صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ الا اقول بہ واعمل علیہ" (میں نے اپنے رب سے وعدہ کر لیا ہے کہ نبی ﷺ کی جو بھی حدیث میں سنوں گا انشاء اللہ ضرور اس پر عمل کروں گا۔) نماز ظہر کے بعد جب کھانا لایا گیا تو شیخ محمود شویل سمیت تمام علماء نے جوتا اتار کر کھانا کھایا۔ جزاھم اللہ خیراً

حضرت امام صاحب ۱۳۸۴ھ میں حج کے لئے گئے عرب شیوخ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ دیوانہ وار ان سے ملنے کو آتے رہے۔ اکثر عرب علماء کے ساتھ "مذاکرہ علمیہ" ہوتا۔ ایک روز نماز جمعہ کے بعد حرم میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص چند سوال لکھ کر لایا اور اس نے امام حرم حضرت العلام شیخ ابی السمح عبدالمہیمن کی خدمت میں یہ سوال پیش کئے اور استفسار طلب کیا۔ یہ سوالات حرم میں تصویر کھینچنے اور مستورات کا بے پردہ مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے متعلق تھے۔ امام حرم نے اس پرچے کو پڑھ کر حضرت مولانا صاحب کی طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی اپنا قلم بھی دیا کہ وہ اس کا جواب لکھ دیں۔ امام غرباء نے اسی وقت قرآن و سنت کے مطابق مدلل اور جامع جواب لکھ کر امام حرم کو دے دیا۔ امام حرم عربی زبان میں لکھے گئے اس مدلل اور فصیح و بلیغ فتوے کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ انہوں نے یہ فتویٰ دیگر عرب علماء' علامہ ابو بکر مدرس مسجد نبوی' شیخ عمر بن محمد فلاتی' شیخ محمد یوسف' شیخ عبدالوہاب' مولانا عبدالغفار حسن وغیرھم کی خدمت میں پیش کیا۔ ان علماء نے اس پر تائیدی عبارات رقم فرمائیں۔

ان واقعات سے حضرت امام صاحب کی علمی عظمت اور عرب علماء کے ہاں ان کا بلند مقام و مرتبہ ظاہر

ہوتا ہے عرب علماء کے ساتھ ان کے گہرے مراسم تھے اکثر ملاقات بھی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ سعودی امراء کے ساتھ بھی ان کے تعلقات قائم تھے۔ امراء و سلاطین کے ساتھ مراسم ہونے کے باوجود اگر کوئی خلاف شرع بات دیکھتے تو پھر وہ بڑے بڑوں کی پروانہ کرتے اور کلمہ حق کہہ دیتے۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں سعودی فرمانروا شاہ فیصل مرحوم پاکستان تشریف لائے '۲۰ اپریل کو جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے ان کو عصرانہ دیا گیا۔ مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم نے شاہ کی خدمت میں "سپاس نامہ" پیش کیا۔

اس روح پرور منظر کو فوٹو گرافروں نے محفوظ کرنا چاہا' حضرت مولانا کی نظر جب ان پر پڑی تو انہوں نے شاہ مرحوم سے فرمایا "لاتصوروا هذا لا يجوز" شاہ نے مسکرا کر امام صاحب کی طرف دیکھا اور فوٹو گرافروں سے فرمایا "يقول الشيخ المحترم لايجوز' لاتصوروا......" شیخ محترم فرما رہے ہیں کہ یہ تصویر کشی جائز نہیں ہے اس لئے تم فوٹو مت اتارو' یہ سنتے ہی فوٹو گرافر رک گئے۔

مولانا مرحوم دین اور اتباع سنت کے معاملے میں بڑے سخت تھے' بے نماز کا جنازہ ہر گز نہ پڑھتے جو داڑھی منڈواتا اسے سختی سے ڈانٹتے' خلاف سنت عمل کرنے والے کو پیروی سنت کی تاکید کرتے اور عوائد و بدعات سے دور رہنے کی تلقین فرماتے۔ یاد رہے انہوں نے نیکی و پارسائی کے ماحول میں شعور کی دہلیز پر قدم رکھا اور تقویٰ و صالحیت کی فضا میں پرورش پائی تھی۔ وہ خالص دینی گھرانے کے فرد فرید تھے ان کے قلب و ذہن میں بچپن ہی سے توحید و سنت کے نقوش ثبت کر دیئے گئے تھے' وہ خود بھی اسلامی تعلیم پر سختی سے کاربند تھے اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر دیکھنا چاہتے تھے' حقیقت میں ان کے دل میں لوگوں کی خیر خواہی کا سچا جذبہ اور دینی تڑپ موجزن تھی۔ وہ شگفتہ مزاج اور خوش کلام عالم دین تھے' ان کی گفتگو میں نکھار' تقریر میں تسلسل اور تحریر میں روانی تھی۔ جس ڈھنگ سے انہوں نے اسلام کا دفاع کیا اور جس نہج سے دین کی تبلیغ کی وہ ان کی اسلام دوستی کی تابندہ مثال ہے۔

وہ دین کی بات کرتے تھے' کسی کی دل آزاری ان کا مقصود نہ تھا' ان کے پیش نظر اسلام کی تبلیغ اور دین کی تبلیغ و اشاعت تھی' قرآن کا وہ مقام ہمیشہ ان کے پیش نگاہ رہا جس میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ...... "ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" یعنی (جو لوگ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو پکارتے ہیں' تم ان کے معبودوں کو گالیاں نہ دو' ورنہ وہ بھی حد سے متجاوز ہو کر بے سوچے سمجھے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔" (الانعام : ۱۰۸)

مرحوم نہایت عالی ظرف' رفیع الاخلاق' متواضع' مہمان نواز' غریبوں کے ہمدرد' مستحقین کے معاون اور مسکینوں' یتیموں' بیواؤں کے مددگار تھے۔ اللہ نے ان کو بہت سی خصوصیات اور اوصاف حمیدہ سے بہرہ ور کیا تھا' جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ عبوست و یبوست سے کوسوں دور تھے' علمی اور دینی

حلقوں کے بہت سے چھوٹے بڑے لوگ ان کے پاس آتے اور وہ ہر ایک سے خوش روئی، خندہ پیشانی سے ملتے، نہ ان سے کسی کو کوئی شکایت تھی اور نہ وہ کسی سے شاکی تھے۔ رہن سہن، کھانے پینے اور پہننے میں ہمیشہ اعتدال کے دائرے میں رہتے۔ دور حاضر کے عظیم خاکہ نویس، ذہبی دوراں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی کتاب "کاروانِ سلف" میں ان کا سراپا کچھ اس طرح بیان کیا ہے...... پورا قد، سرخی مائل گندمی رنگ، گول بھرا ہوا چہرہ، تیکھی ابھری ہوئی ناک، موٹی موٹی آنکھیں، کھلی پیشانی، کالی داڑھی (بڑھاپے میں مہندی سے رنگی ہوئی) خطیبانہ لہجہ، لباس میں سادگی، سیاہ عمامہ، ٹخنوں سے اوپر تہبند یا شلوار، اتباع سنت اور پابندی احکام شریعت کا ہر مقام اور ہر معاملے اور ہر کام میں اہتمام۔

حضرت امام صاحب مرحوم کے حالات وواقعات بیان کرتے کرتے ہم بہت دور نکل آئے ہیں، چند باتیں اور ان کے متعلق سن لیجئے۔

مولانا ممدوح نے مختلف اوقات میں تین شادیاں کیں، ماشاء اللہ تینوں سے اولاد نرینہ اور "زرینہ" ہوئی، ۵ بیٹے اور نو بیٹیاں۔ اللہ کے فضل و کرم سے تمام بیٹے اور بیٹیاں دینی علوم سے بہرہ ور ہوئے اور انہوں نے نیک نامی سے دین کی خدمت کی۔ آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

۱۔ **مولانا حافظ عبدالغفار سلفی** : قرآن کے حافظ اور بہترین قاری، شعلہ بیاں مقرر اور جید عالم دین تھے۔ والد کی وفات کے بعد جماعت غرباء کے امام مقرر ہوئے۔ انہوں نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی شب کو کراچی میں وفات پائی۔

۲۔ **مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی** : جماعت غرباء اہل حدیث کے چوتھے امام ہیں۔ علم و عمل کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی تصویر ہیں۔ ان کی قیادت میں جماعت نہایت اعلیٰ اور اچھے کاموں پر رواں ہے۔

۳۔ **مولانا حافظ عبدالجبار سلفی** : دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ صحیفہ اہل حدیث کے مدیر مسئول اور اور جامعہ ستاریہ اسلامیہ کے ناظم ہیں۔ میرے انتہائی شفیق دوست ہیں، اپنے اخلاق واطوار سے بزرگوں کی یادگار ہیں۔

۴۔ **حافظ محمد سلفی** : لائق وفائق عالم دین جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے سندیافتہ جامعہ ستاریہ کے مدیر ہیں، ان کی زیر نگرانی جامعہ تعلیم و تعلم کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھے ہوئے ہے۔

۵۔ **حافظ محمد انس مدنی** : جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فیض یاب ہو کر آج کل فجیرہ عرب امارات میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تاریخ ادھوری رہے گی اگر یہ تذکرہ نہ کیا جائے کہ امام صاحب نے کراچی آکر سب سے پہلے مسجد و

مدرسہ قائم کرنے کا سوچا آپ کی اقامت گاہ نیو کلاتھ مارکیٹ کے قریب مین بندر روڈ پر دائیں جانب ایک بڑے خالی پلاٹ پر آپ کی نظر پڑی جو کسی کی ملکیت نہ تھا بلکہ صدیوں پرانا قبرستان مشہور تھا۔ آپ نے اس پلاٹ پر ایک عارضی مسجد بانسوں' چٹائیوں سے چھت بنا کر قائم کی اور اللہ کے فضل سے پانچوں وقت اذان اور نماز باجماعت کا اہتمام کر دیا آس پاس چونکہ کپڑے کی بڑی مارکیٹیں تھیں قریب کوئی مسجد نہ تھی لہذا عوام الناس نے باقاعدہ نماز میں آنا شروع کر دیا آپ نے اول مسنون اوقات میں نماز باجماعت پڑھانا شروع کی تو لوگ آکر نماز پڑھ لیتے لیکن ان اوقات میں کچھ اطمینان نہ پاتے آخر لوگوں نے آپ سے اول اوقات میں نماز پڑھنے سے متعلق سوالات کئے آپ نے انہیں دلائل حدیث سے مطمئن کیا تو اللہ کے فضل سے کافی نمازی آنے لگے اور جمعہ جماعت باقاعدہ شروع ہو گئے اس دوران مسجد میں کچھ توسیع بھی ہوئی سیمنٹ کا پکا فرش بن گیا۔ لاؤڈ اسپیکر سے اذان و خطبہ جمعہ ہونے لگا درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا باہر بڑی مین دیوار پر "مسجد دار السلام" بھی لکھا گیا الحمد للہ یہ نظام بخوبی ترقی پذیر تھا کہ کچھ تاجر لوگ میمن برادری عقیدتاً بریلوی اہل بدعت کو یہ اہل توحید کی ترقی ناگوار گزری اور انہوں نے حکومت وقت کو مخالفت میں درخواست دے دی کہ اس مین جگہ بندر روڈ پر ایک نہایت عالیشان مسجد بننی چاہئے جو کہ دار الخلافہ پاکستان کے شایان شان ہو چونکہ یہ مہاجر لوگ (اہل توحید) بے سروسامان لٹے پٹے پاکستان آئے ہیں اور ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ مرکز کراچی کے شایان شان مسجد بنا سکیں لہذا ہمیں یہ پلاٹ دیا جائے تاکہ ہم اس کام کو کر سکیں۔ حضرت الامام نے اس وقت کراچی میں موجود جملہ اہلِ حدیث حضرات کو مدعو کیا اور یہ خبر سنا کر متحدہ طور پر مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں آگے بڑھنے کے لئے فرمایا چونکہ تقسیم ہند کا شروع وقت تھا کراچی میں چند ہی اہل ثروت' اہلِ حدیث حضرات آئے تھے جنہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور کچھ نقد رقم جمع کر کے حکومت کے مطالبہ پر بغرض تعمیر مسجد حکومت کو پیش کر دی لیکن دوسوے سرمایہ دار تاجران اہل بدعت نے اہل حدیث حضرات سے دوگنی چوگنی رقم حکومت کو دکھا دی (یاد رہے کہ ان کی نظر میں مسجد کے علاوہ اس مین جگہ پر کپڑا مارکیٹ دکانیں وغیرہ نفع آور کاروبار بھی تعمیر کرنا مقصود تھا) حکومت نے یہ دیکھ کر پلاٹ مذکورہ سے حضرت امام صاحب و جماعتی احباب کو زبردستی بذریعہ پولیس بے دخل کر دیا اور پلاٹ میمن برادری کو دے دیا جبکہ آج اس جگہ نیو میمن مسجد اور سینکڑوں کاروباری دکانیں بن چکی ہیں۔

اس جماعتی سانحہ میں حضرت امام صاحب کے صاحبزادہ مولانا عبد الغفار سلفی وغیرھم کو سٹی پولیس اسٹیشن بولٹن مارکیٹ میں چند یوم قید خانہ میں بھی رکھا گیا۔ اسی کشمکش میں کچھ دیگر اہل حدیث بھائیوں نے بھی جماعت غرباء کی مخالفت میں مخالفین کا ساتھ دے کر "نیکیاں" کمائیں۔

مسجد دارالسلام کی ہر طرح اعانت و مقدمہ بازی میں پیش پیش جناب حاجی چھما صاحب' مولانا محمد یونس صاحب' مولانا عبدالجلیل خان صاحب' مولانا عبدالقہار صاحب' شیخ محمد یوسف امرتسری' جناب ولی جی امرتسری' جناب عبدالجبار صاحب سنگتراش' مولانا عبدالحکم صاحب' صوفی محمد یعقوب امرتسری' حاجی محمد اسحاق صاحب' بابو عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر جماعتی احباب بزرگان از جوڑیا بازار۔ لارنس روڈ و میٹھادر و کھارہ در ہمیشہ ساتھ رہے اور بفضل اللہ ان کی اولادیں برابر شریک جماعت ہیں بعدہ امام صاحب نے محلہ عثمان آباد میں ایک قطعہ اراضی خرید فرما کر وہاں توحید مسجد قائم کی جو اللہ کے فضل سے شاندار طرز تعمیر پر قائم دائم ہے۔ دریں اثناء احباب جماعت کی تعداد بڑھتی گئی ان کے مشورہ پر برنس روڈ گلی نمبر ا میں جامع مسجد محمدی تعمیر کرائی جہاں الحمدللہ آج مرکزی دارالامارت جماعت غرباء اہل حدیث اور دینی درس گاہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام قائم ہے۔ (ع ج س)

مولانا امام عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور زندگی گزاری وہ تمام عمر دعوت دین میں سرگرم عمل رہے۔ اکثر آپ بغرض تبدیلی آب و ہوا سکھر تشریف لے جاتے تھے وہاں کے بدھانی جماعتی افراد آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپ بھی ان کی دینداری و محبت سے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ حیات مستعار کے آخری دنوں میں بھی وہ بیماری کے باعث ہوا بدلی کی خاطر کچھ دنوں کے لئے سکھر اپنے ارادت مندوں کے ہاں چلے گئے تھے وہاں پہنچ کر قرآن کی تفسیر ستاری اور بخاری شریف کا حاشیہ نصرت الباری لکھتے رہے۔ وہاں جب طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو آپ کو واپس کراچی لایا گیا۔ لیکن آپ جانبر نہ ہو سکے۔ آخر وہ وقت آگیا جب کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۹ اگست ۱۹۶۶ء کو نماز عصر کے وقت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ہزاروں افراد شریک نماز جنازہ ہوئے۔ اس موقع پر عقیدت مند اپنے محبوب امام کے فراق میں بے حد غمزدہ و افسردہ تھے' ہر آنکھ اشکبار اور دل غمگین تھا۔ نماز جنازہ آپ کے رفیق خاص' دینی امور میں ست و بازو شیخ الحدیث مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی نے پڑھائی۔

یوسف پورہ قبرستان میں اس عظیم عالم دین کے جسد خاکی کو ہمیشہ کے لئے سپرد خدا کر دیا گیا۔

"الھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ"

شیخ الحدیث

مولانا عبدالجلیل خان دہلوی رحمہ اللہ

ابو الخلیل مولانا عبدالجلیل خاں صاحب جماعت کے سرخیل علماء سے تھے۔ آپ اپنے تبحر علمی' اخلاص' محنت اور صلاحیتوں کے سبب علم وعرفان کی رفعتوں پر متمکن ہوئے! عبادات وریاضت' ذکر واذکار تقویٰ' نیکی سادگی' عجز وانکساری' فروتنی اور علم وعمل میں آپ مثالی تھے۔ خوش اخلاق' خوش طبع' کم گو اور کم آمیز شخص تھے خلقِ خدا کی خیرخواہی اور اُخروی کامیابی ان کا مطمحِ نظر تھا' خالص دینی علمی وتحقیقی شخصیت کے مالک تھے! ہنگاموں اور شور وشغف سے کوسوں دُور بھاگتے تھے۔ دنیاوی سیاست سے انہیں کوئی دلچسپی اور لگاؤ نہ تھا۔ ہمہ وقت کتاب وسنت کا پرچار ہی ان کا مشن اور زندگی کا مقصد تھا۔

آپ محدثِ ہند مولانا امام عبدالوہاب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے تھے' آپ نے اپنے عظیم استاد کی تحریک عمل بالحدیث واحیاءِ سنت کے فروغ میں کبھی بھی لومتہ لائم کی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ اس نیک کام میں پیش پیش اور سرگرم رہے یہی وجہ ہے کہ آپ اس تحریک کے اساتین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ جماعت میں مولوی جی کے لقب سے مشہور اور معروف تھے!

مولوی جی یعنی مولانا عبدالجلیل خان صاحب پنجاب کے ضلع جھنگ کے ایک بنجر اور سنگلاخ علاقے اسلام والا میں ۱۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے آپ بلوچ برادری سے تعلق خاطر رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام اللہ بخش تھا! چھ برس کی عمر میں آپ کے تعلیمی سفر کا آغاز ہوا۔ اسکول کی ابتدائی تعلیم پرائمری تک قریبی قصبے نیکوکارہ سے حاصل کی قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم قریبی قصبے بدھوانہ کے مدرسہ عربیہ اسلامیہ سے مولانا عبدالحمیدؒ صاحب بن حکیم سلطان محمود تلمیذ امام عبدالوہاب محدث دہلوی سے حاصل کی۔ اس کے بعد اسی مدرسے میں مولانا عبدالحمیدؒ سے ترجمہ القرآن اور صرف ونحو پڑھنی شروع کی۔

ترجمۃ القرآن تو مکمل کرلیا۔ لیکن صرف نحو کی تکمیل سے پہلے ہی شوال المکرّم ۱۳۳۷ھ میں آپ حصولِ علم کے لئے دہلی چلے گئے۔ وہاں جاکر مدرسہ حمیدیہ میں داخل ہوئے۔ ان دنوں مدرسہ حمیدیہ میں مولانا عبدالوہاب کے شاگرد رشید مولانا خیرالدین صاحب صرف ونحو پڑھاتے تھے مہتمم مدرسہ نے طلباء کی اطمینان بخش پڑھائی کے لئے مولانا عبدالوہابؒ کے بھائی مولانا احمد مدنیؒ کو اپنے مدرسہ میں صرف ونحو پڑھانے پر مقرر کیا لیکن مولوی جی کو یہاں پڑھائی میں اطمینان نہ ہوا۔

لہٰذا آپ امام عبدالوہاب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ میں داخل ہوگئے اس

مدرسہ میں محدثِ ہند علیہ الرحمۃ خود بھی محنت اور توجہ سے پڑھاتے تھے! اور دیگر اساتذہ سے بھی اسی طرح محنت کراتے!

چنانچہ مولوی جی نے یہاں صرف نحو کی تکمیل بھی کی اور اس کے بعد کتب احادیث بلوغ المرام سے لے کر صحیح بخاری تک پڑھیں آپ جملہ علوم وفنون پڑھ کر ۱۳۴۵ ہجری میں فارغ ہوئے۔ دینی علوم کی پڑھائی سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ دارالکتاب والسنۃ دہلی میں شعبہ تدریس سے منسلک ہوگئے۔ کچھ مدت بعد آپ کو صحیفہ اہل حدیث دہلی کا مدیر بھی بنا دیا گیا۔ آپ نے ان دونوں ذمہ داریوں کو بڑے اچھے طریقے سے نبھایا اور اس کا پورا پورا حق ادا کیا۔

قیامِ پاکستان کے وقت جب حالات نے کروٹ لی تو آپ خاندانِ مولانا عبدالوہاب کے ہمراہ ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ یہاں آ کر بھی آپ بدستور صحیفہ اہل حدیث کے مدیر اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام کے مدرس برقرار رہے تقریباً نصف صدی کے قریب آپ صحیفہ اہل حدیث کی ادارت سے منسلک رہے۔ اس عرصہ میں صحیفہ آپ کے علمی ادبی تحقیقی مضامین سے مزین ہوتا رہا! آپ موقع کی مناسبت سے حالاتِ حاضرہ کو سامنے رکھ کر لکھتے تھے آپ کے قلم سے صحیفہ کے صفحات پر بکھرنے والے انمول اقوالِ زریں آج بھی لوگوں کے دل و دماغ میں محفوظ ہیں! آپ بہترین مصنف بھی تھے! کئی علمی اور تحقیقی کتابیں آپ کے نوکِ قلم سے لباسِ تحریر میں مزین ہوئیں! آپ کا اندازِ تحریر عمدہ اور عام فہم تھا! تحریری نزاکتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے اور کتاب و سنت کے دلائل کا انبار لگا دیتے۔

مولوی جی کا شمار جماعت غرباء اہل حدیث کے اکابرین میں ہوتا ہے آپ ہمیشہ مولانا امام عبدالستار کے دست و بازو بن کر رہے۔ آپ مختلف ادوار میں مدرسہ دارالسلام کراچی کے نائب صدر مدرس، غرباء اہل حدیث کے ناظمِ تعلیم اور نائب امیر رہے بلکہ امیر کی غیر موجودگی میں آپ ہی قائم مقام امیر ہوا کرتے تھے! آپ جماعت کا عظیم سرمایہ تھے! تقریباً نصف صدی تک قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے قلوب و اذہان کو منور کرتے رہے..... سینکڑوں طلبہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ آپ کا اندازِ تدریس بہت اچھا تھا! طلبہ کے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے آپ کے چند مشہور طلباء یہ ہیں: مولانا عبدالغفار سلفیؒ، مولانا مفتی عبدالقہار سلفی مدظلہ العالی، شیخ الحدیث قاری عبدالحکم کرم الجلیلیؒ، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد یونس دہلوی مرحوم، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالواحد دہلویؒ امیر جماعت ہند، مولانا محمد سلیمان جوناگڑھی مرحوم، مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان۔ شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن مولانا محمد اسحاق شاہد مدرس جامعہ ستاریہ کراچی۔ پروفیسر مولانا سرور شفیق سیالکوٹ، مولانا منیر احمد شاکر، مولانا محمد حنیف سلفی فیصل آباد مولانا محمد صالح،

مولانا جمال الدین سلفی حیدرآباد' مولانا محمد ادریس سلفی اور مولانا عبدالجبار سلفی مدیر صحیفہ اہل حدیث۔

مولوی جی کے دس بچے تھے! چھ لڑکے اور چار لڑکیاں تمام اولاد والدین کی تابعدار اور نیک تھیں۔ علمی طور پر آپ کے بڑے صاحبزادے قاری عبدالحکم مرحوم جماعت میں زیادہ معروف ہیں۔ آپ صحیفہ کے نائب مدیر اور پھر مدیر رہے۔ وفات کے وقت جامعہ ستاریہ کے شیخ الحدیث تھے! بڑے متبحر' محقق اور بلند پایہ عالم تھے ۷ر ستمبر ۱۹۹۴ء کو فوت ہوئے اللہ مغفرت کرے۔ آمین۔

دوسرے صاحبزادے قاضی عبدالحکیم راجہ صاحب جماعت غرباء اہل حدیث کے شعبہ تبلیغ کے انچارج تھے۔ یہ بزرگ بھی فوت ہوچکے ہیں۔ حافظ عبدالوکیل' حاجی عبدالقدیر اور محمد اسلم حیات ہیں۔ مولوی جی جماعت اہلِ حدیث کی بلند پایہ علمی شخصیت تھے! افسوس کہ آسمان علم وصحافت کا یہ آفتاب ۷ر جمادی الثانی ۱۳۹۶ ہجری مطابق ۶ جون ۱۹۷۶ء بروز اتوار اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا.....انا للہ......اس عظیم عالمِ دین کی وفات پر بیسیوں قدر اور شخصیات نے تعزیتی پیغام بھیجے اور مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات نے تعزیتی مضامین شائع کئے ہم اپنی اس تحریر کے آخر میں مولوی جی کے ایک عقیدت مند پاکستان کے مایہ ناز صحافی اور مورخ جناب سید فضل الرحمٰن جعفری صاحب کے مضمون کا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مولوی جی مردِ مومن' عارف باللہ اور مردِ حق آگاہ تھے۔ ان کے عقل وشعور اور دین وتقویٰ کی روشنی نے بے شمار اندھیرے دلوں میں اجالا کیا۔ ان کے فکر وخیال کی رعنائیوں نے قلوب کے ہزاروں سوکھے ہوئے چمن کو تازگی اور رعنائی بخشی۔ ان کی زبان میٹھی تھی۔ ان کا لہجہ نرم تھا ان کا اندازِ تخاطب دلپسند تھا۔ ان کی باتیں فکر انگیز اور ہدایت آمیز تھیں۔ وہ دنیا کی رنگینیوں سے ناواقف اور بے تعلق تھے! وہ دینِ حق کے شیدائی تھے وہ دنیا کی حقیقت سے آگاہ تھے۔ اس کی بے ثباتی اس کی فنائیت سے واقف تھے۔ اس لئے وہ دنیا میں دل نہ لگاتے تھے۔ آخرت ان کا مرکز فکر تھا اور آخرت کی تعلیم وتفہیم ان کا مقصدِ حیات تھا۔ ان کے مواعظ' ان کے ملفوظات' ان کے افکار فکرِ آخرت میں غرق ہوتے تھے! ان کی پوری زندگی تدریس وتذکیر تبلیغ وارشاد میں بسر ہوتی اور تادم واپسیں ان کا یہی محبوب مشغلہ رہا۔ اس عہد میں اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نمونہ تھے۔ سادگی' قناعت' ہمدردی' غمگساری ان کی مسرت کے نمایاں خدوخال تھے' وہ نرم خو' رحمدل' متواضع اور حلیم تھے! ان کے چہرے پر ملکوتی جمال تھا! ان کے ہونٹوں کی لرزش میں ذکر الٰہی کا نور تھا! ان کے وجود میں ایمان وتقویٰ کا رنگ تھا۔ معبود حقیقی کے سچے بندے تھے' اطاعت وبندگی میں ڈوبے ہوئے اور عجز وانکساری میں غرق۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جماعت غرباءِ اہلِ حدیث کے امیر ثالث

مولانا حافظ عبدالغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان مولانا عبدالوہاب کے گل سر سبز مولانا حافظ عبدالغفار سلفی اپنے عہد کے یگانہ اور عدیم المثال عالم تھے۔ نہایت ذکی و فطین، متین و متدین، متوکل علی اللہ انسان تھے۔ علم و فضل اور نیکی و صالحیت کے اعتبار سے اونچے مرتبے کے حامل تھے۔ علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، مذہبی ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور علم و فضل کی گود میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ ان کے والد مولانا عبدالستار دہلویؒ، دادا شیخ الہند مولانا عبدالوہاب دہلوی تمام اصحاب علم اور ارباب فضل تھے۔ آپ کے نانا کا نام حاجی محمد عمر مکی مرحوم تھا۔ خاندانی وقار و وجاہت اور علمی شان و شوکت کی بناء پر یہ گھرانہ خاص عزت و تکریم کا حامل ہے۔ اور لوگ ان کے تمام افراد کو احترام و عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مولانا سلفی مرحوم اپنے اکابر بزرگوں کے علمی اور عملی طور پر وارث اور جانشین تھے۔ ان کی شخصیت میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے جو ایک مسلمان عالمِ دین میں ہونے چاہئیں۔ آپ اپنے انہی اوصافِ گوناگوں کی بناء پر مرجع خلائق اور مقتدائے عالم تھے۔ اعلائے کلمتہ اللہ اور اشاعت اسلام ان کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا۔ نہایت بارعب اور پُر جلال عالم تھے ان کو دیکھ کر لوگوں پر ایک خاص تاثر پیدا ہوتا اور مرعوبیت چھا جاتی۔ اتباع سنت کا نہایت شدید جذبہ تھا۔ احکام شریعت کے سختی سے پابند تھے، قرآن و حدیث کے ہر حکم سے محبت اور ہر برائی سے نفرت تھی۔ ہر معاملے یعنی کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے، بات چیت، لوگوں سے میل ملاقات، ان سب امور میں ہمیشہ اتباع سنت پیشِ نگاہ رہتی۔

اخلاقی اوصاف و محاسن میں بھی منفرد اور سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ بڑے خلیق، ملنسار، شگفتہ دل، متواضع، مہمان نواز، حلیم الطبع، منکسر المزاج، نرم خو، فراخ دل، جری بیباک اور سیماب صفت تھے۔ آپ میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں جو خاندانِ مولانا عبدالوہابؒ کی امتیازی خصوصیات سے ہیں۔ یعنی عقیدے کی پختگی، مسلک اہلحدیث سے گہرا اُنس، فکر کی بلندی، علمی گہرائی، زہد و تقویٰ، صالحیت، جذبۂ حق گوئی، احیائے سنن، عمل بالحدیث، توحید و سنت کا پرچار، یہ سب صفات آپ کے بزرگوں میں پائی جاتی تھیں۔ آپ ان چیزوں سے بچپن ہی میں آگاہ اور بہرہ ور ہو چکے

تھے'گویا یہ سب کچھ انہیں ورثے میں ملا تھا۔ آپ اپنے انہی اوصاف اور دلآویز شخصیت کے باعث دوسروں پر گہرا اثر چھوڑتے تھے۔ جس سے ملتے اس کے دل میں اپنی محبت کا نقش بٹھا دیتے۔ مولانا سلفی مرحوم کی پُروقار شخصیت کا یہ کرشمہ تھا کہ لوگ دور دراز کے علاقوں سے آتے اور ان کی محبتوں سے مستفید ہوتے۔ ان اوصاف و کمالات کے علاوہ حسن و جمال اور خوبصورتی میں بھی بے مثال تھے۔ تابناک نورانی چہرہ'گورا رنگ'گھنی داڑھی' موٹی موٹی چمکتی ہوئی آنکھیں' چوڑی پیشانی' سر پر اونچی دیوار کی کپڑے کی ٹوپی' ہاتھ پاؤں' سڈول' دراز قد' جیم و شحیم' بھاری بھر کم' بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کی حقیقی تصویر' دیکھنے میں وجاہت و وقار اور شرافت کا کامل مجسمہ۔

پیدائش: مولانا عبدالغفار سلفی ۱۲ر'۱۳ر شعبان ۱۳۴۶ھ (فروری ۱۹۲۸ء) کی درمیانی رات صدر بازار دہلی میں پیدا ہوئے۔ عمر عزیز کی ابتدائی چند منزلوں کے بعد ان کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ حفظِ قرآن کے لئے میاں جی نذیر احمد کے پاس بیٹھے۔ گھر میں ہی علم کی نہر جاری تھی ان کے والد محترم امام مولانا عبدالستار محدث دہلوی مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار دہلی کی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے تمام علمی منزلیں اپنے والد مکرم کی زیر نگرانی اور مولانا عبدالجلیل خاں صاحب کے سایہ شفقت میں رہ کر طے کیں۔ حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے بعد صرف و نحو' عربی' فارسی اور حدیث و تفسیر کی مکمل تعلیم اپنے آبائی مدرسے دارالکتاب والسنۃ دہلی سے حاصل کی۔ ۲۲ سال کی عمر میں ان جملہ علوم کو پڑھ کر فارغ ہوئے اور کراچی میں ان کی دستار بندی کی گئی۔ جن اساتذہ کرام کے آگے زانوئے تلمذ طے کئے' یہ ہیں۔ مفسرِ قرآن والحدیث مولانا عبدالستار دہلویؒ (والد محترم)' مولانا عبدالجلیلؒ خاں صاحب' مولانا ظلِ الرحمانؒ' مولانا فضل الٰہیؒ' مولانا اسمٰعیلؒ ٹونکی اور میاں جی نذیر احمد رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔ مولانا سلفی مرحوم اسلامی علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے' اس کے تمام گوشوں سے آگاہ تھے۔ حافظہ تیز' ذہن اخاذ اور رسا پایا تھا' سریع الحفظ تھے' جو بات ایک بار حافظے کی گرفت میں آجاتی وہ نکلنے نہ پاتی۔ مطالعے کا دائرہ وسیع تھا۔ ان کی انہی خوبیوں کو دیکھ کر انہیں محمدی مسجد میں پنج وقتہ نماز کا امام اور نائب خطیب بنا دیا گیا اور ساتھ ہی جماعت غرباء اہلحدیث کے جنرل سیکریٹری کی اہم ذمہ داری تفویض کر دی گئی۔

اس کے علاوہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام میں بہترین مدرس بھی تھے' طلبائے علم ان کے اندازِ تدریس سے بہت متاثر تھے۔ مطالعہ کتب میں مستغرق رہتے اور بڑی محنت و کاوش سے طلباء کو پڑھاتے۔ آپ عرصہ دراز تک صحاح ستہ کی مختلف کتب کا درس دیتے رہے۔ جن حضرات نے ان سے اخذ علم کیا ان میں مولانا محمد سلیمان جوناگڑھیؒ' مولانا محمد سرور شفیق سیالکوٹی' مولانا حافظ محمد

ادریس سلفی، مولانا محمد حنیف سلفی، فیصل آباد، مولانا محمد منیر شاکر سیالکوٹ، مولانا محمد الیاس سلفی، مولانا حافظ محمد انس مدنی الجبیرہ، مولانا محمود احمد حسن (شیخ الحدیث جامعہ ستاریہ)، مولانا جمال الدین حیدر آبادی، مولانا محمد صالح سیالکوٹ، رانا محمد خلیق خان پسروری ہیں۔

مولانا سلفی قرآن کے حافظ اور قاری تھے، لہجہ پُر سوز، زبان میں حلاوت تھی۔ جب قرأت و تجوید سے قرآن پڑھتے تو سماں باندھ دیتے۔ ۶ر اور ۷ر مارچ ۱۹۴۵ء کو موضع باڑی ضلع کرنال میں امام مولانا عبدالستار دہلوی مرحوم کا مقلدین سے تاریخی مناظرہ ہوا۔ وہاں مقلدین نے فضاء کو اہلحدیث کے خلاف مکدر کر رکھا تھا۔ انہوں نے تمام اخلاقی تقاضے بالائے طاق رکھ کر یہ کہنے سے بھی گریز نہ کیا کہ اہلحدیث علماء کو قرآن تک پڑھنا نہیں آتا۔

جب مناظرہ شروع ہونے کا وقت آیا تو امام مولانا عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ نے قاری عبدالحکم کرم الجلیلیؒ اور قاری عبدالغفار سلفی کو تلاوت قرآن کے لئے بلایا۔ انہوں نے باری باری سورۃ رحمٰن کی وجد میں ڈال دینے والی مسحور کن آواز سے تلاوت کی اور سامعین کو مدہوش کر دیا۔

یہ ان دونوں بزرگوں کی اُٹھتی جوانی کے ابتدائی ایام تھے۔ ان کی جادو بھری سریلی آواز نے خوب اثر دکھایا۔ کلام پاک کی تلاوت سن کر لوگوں کے دل معطر ہو گئے۔ مجمع میں دور دراز کے علاقوں سے ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان کثیر تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ اب وہ ان لوگوں کو ملامت کر رہے تھے جو کہتے تھے کہ اہلحدیث علماء قرآن پڑھنا نہیں جانتے۔

مولانا سلفی مرحوم خوش الحان واعظ اور خطیب تھے، ان کی خطابت کا بڑہ شہرہ تھا۔ دعوت و تبلیغ کے لئے پاکستان کے ہر شہر اور علاقے میں جاکر آپ نے لوگوں کو توحید و سنت کا وعظ کیا۔ توحید کے موضوع پر انتہائی مؤثر گفتگو کرتے تھے۔ چونکہ ننھیال دہلی سوداگر برادری سے تھا اس لئے مادری زبان اُردو نہایت شستہ تھی، نہایت روانی سے اور ہر بات کو صاف اسلوب میں بیان فرماتے تھے۔ جب دوران وعظ قرآن کی آیات تلاوت کرتے اور احادیث پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے۔ ایک بار کراچی میں سابق وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی کے دور میں حکومت کی جانب سے ۱۲ر ربیع الاول کے موقع پر سیرت النبیؐ کے سلسلے میں ناظم آباد پیٹرول پمپ پر ایک جلسہ ہوا۔ اس میں مختلف علمائے کرام کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس موقع پر مولانا سلفی مرحوم کو تقریر کے لئے دو منٹ ملے انہوں نے اسی کو غنیمت سمجھا اور مختصر خطبہ پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مسدس حالی سے یہ شعر پڑھنے شروع کئے......

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

خطیبانہ انداز' پُر سوز لب و لہجہ' زبان کی مٹھاس' دل موہ لینے والے الفاظ' سامعین نے اور تقریر کرنے کا اصرار کیا۔ لہذا پھر انہوں نے ۱۲ منٹ مختصر مگر جامع تقریر کی۔ اس کانفرنس میں کسی مقرر کی یہ سب سے لمبی تقریر تھی جو انہوں نے کی۔

مولانا سلفی مرحوم کی عام تقریر ہو یا خطبہ جمعہ' نہایت مدلل اور قرآن و سنت کے دلائل و براہین سے مزین ہوتا تھا۔ لوگ ان کے خطبہ جمعہ کو سننے کے لئے دور دور سے آتے اور ان کے مواعظ عالیہ سے مستفید ہوتے۔ مولانا صاحب دعوت و تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مروجہ "قرآن خوانی" پر بلاتا تو انکار نہ کرتے بلکہ وہاں جا کر ان کو وعظ و تلقین کرتے' مناہی و منکرات اور بدعات سے اجتناب کی تاکید فرماتے' توحید و سنت پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے۔ اپنا یہ فریضہ ادا کر کے بغیر کچھ کھائے پیئے واپس چلے آتے اگر کوئی اس طرح کے پروگرام میں شرکت کی دعوت دیتا تو وہاں جا کر ان کو وعظ و تبلیغ کرنا فرض سمجھتے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ راقم کو اسحاق بھائی (ناظم مسجد قدسیہ نظامی روڈ لائنز ایریا کراچی) نے سنایا۔ ہمارے یہ دوست کہتے ہیں کہ وہ ایک بار محمدی مسجد برنس روڈ گئے۔ دیکھا تو امام صاحب مرحوم مسجد سے باہر آرہے تھے انہوں نے پوچھا تو کہنے لگے پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں قرآن خوانی ہے وہاں جا رہا ہوں۔ اسحاق صاحب نے تعجب سے کہا امام جی قرآن خوانی اور آپ؟ اس پر مولانا گویا ہوئے کہ بھائی وہاں جاؤں گا اور ان کو وعظ کروں گا' اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کروں گا' اپنا فرض ادا کر کے واپس آجاؤں گا۔ چنانچہ مولانا وہاں (کانٹی نینٹل) گئے اور قرآن خوانی کے رد میں اچھا خاصہ وعظ کیا۔ فرمایا قرآن تو ہوا یہ "خوانی" کیا ہے' ان کے وعظ کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور کئی سلیم الطبع لوگ راہِ راست پر آگئے۔ بلاشبہ مولانا مرحوم لومتہ الائم کی پروا کئے بغیر کلمۂ حق کہنے میں بیباک تھے۔ افسوس کہ عہدِ رفتہ کی تمام خوبیاں اپنی بساط لپیٹ کر جا رہی ہیں۔ اب ایسے مخلص اور حق گو لوگ کہاں ملیں گے۔ تعلیم و تعلّم' درس و تدریس اور وعظ و تقریر کے علاوہ تحریر و تصنیف کے میدان میں بھی مولانا سلفی مرحوم کی خدمات نمایاں ہیں۔

آپ نے اصلاح معاشرہ کیلئے بیسیوں مضامین لکھے جو کہ صحیفہ اہلحدیث میں شائع ہوئے اور کئی کتب تصنیف کیں۔ ان کا انداز تحریر بڑا دلنشیں اور خوبصورت تھا اس میں معلومات کی فراوانی' عقیدے کی پختگی اور ندرت کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

انہوں نے جو کتب تالیف و تصنیف کی ہیں ان میں (۱) خطبات حرم' اردو' یہ کتاب حرم مکی میں

پڑھے جانے والے ۳۳ خطباتِ جمعہ کا مجموعہ ہے۔ جو کہ حرم شریف کے خطباء اور مقتدر اصحاب علم نے ارشاد فرمائے۔ ان کی اہمیت اور اثر آفرینی کو دیکھتے ہوئے مولانا نے انہیں اُردو میں ترجمہ کیا جو کہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ (۲) آدابِ دُعاء (۳) مناظرہ آٹھ تراویح (۴) احکام روزہ (۵) حقوق الوالدین (۶) گھر پھونک تماشہ دیکھ مع فتاویٰ آتشبازی (۷) مسائلِ زکوٰۃ مع زکوٰۃ کا فتویٰ (۸) احکامِ شب برات (۹) رفع الیدین (۱۰) گلشنِ غفاری منظوم (۱۱) حرمت زنا (۱۲) معراج نبوی رجب کی رجبی (۱۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب اور اس کی تعبیر (۱۴) گیارہویں مع سوانح عمری شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ (۱۵) بیس آدمی جن کی نماز بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ (۱۶) صحیح بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری کا اُردو ترجمہ کرنا شروع کیا لیکن یہ کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہی تھا کہ مولانا وفات پاگئے اور اس طرح یہ اہم کام ناقص ہی رہ گیا۔ مولانا سلفی مرحوم جماعت غرباء اہلحدیث کے دار الافتاء میں نائب مفتی اور پھر مفتی بھی رہے۔ مطالعہ کی وسعت کا دائرہ وسیع، مسائل میں درک تھا اور فہم و فراست سے بہرہ ور تھے۔ فتویٰ قرآن و حدیث کے مطابق بڑا مدلل اور جامع لکھتے تھے۔ انہوں نے قریباً ۱۲ ہزار فتاویٰ جاری کئے۔ ان کے کچھ فتوے "فتاویٰ ستاریہ" میں بھی درج ہیں۔ اس کے علاوہ آپ عرصہ دراز تک "صحیفہ اہلحدیث" کے نگران بھی رہے۔ صحیفہ گزشتہ ۸۱ سال سے کتاب و سنت کا داعی اور علمبردار ہے۔ بر صغیر میں اہلحدیث جماعت کا یہ سب سے قدیم اور لمبی عمر کا رسالہ ہے۔ دور دور تک اس کا ثانی اور کوئی ہمسر نظر نہیں آتا۔ الھم زد فزد۔

ہم اپنے تحریری سفر میں اب اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے مولانا سلفیؒ کے دورِ امارت کی ابتداء ہوتی ہے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب جماعت غرباء اہلحدیث وطنِ عزیز میں پوری طرح قدم جما چکی ہے۔ رونقِ رفتہ کی بہاریں پھر سے لوٹ آئی ہیں، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور تالیف و تصانیف کا کام عروج پر ہے۔ نامساعد ملکی حالات اور ناگفتہ بہ مالی وسائل کے باوجود طلوع ہونے والی ہر صبح جماعت کے لئے کامرانی و کامیابی اور ترقی کا پیام لے کر آتی ہے۔ اس موقع پر حالات نے رخ پلٹا اور مولانا عبدالستار محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ ۲۹ اگست ۱۹۶۶ء کو اس دار فانی سے آخرت کو روانہ ہوگئے۔ جماعت کے لئے یہ سانحہ دلفگار، قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔ امام صاحب کے فراق میں ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دل افسردہ اور ہر شخص غم کی تصویر بنے ہوئے تھا۔ ان حالات میں کسی ایسے شخص کو

"امیر" منتخب کرنا ضروری تھا جو جماعتی نظم و نسق سابقہ روایات کے مطابق چلا سکے۔ کئی روز کی سوچ بچار کے بعد جماعت کی مجلسِ شوریٰ نے اتفاقِ رائے سے مولانا عبدالغفار سلفی رحمتہ اللہ علیہ کو جماعت کا امیر منتخب کر لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ وہ گیارہ سال جماعتِ غرباء اہلحدیث کے امیر رہے۔ انہوں نے زمام امارت سنبھالنے کے بعد خداداد علمی' ادبی' فکری' دینی اور تنظیمی صلاحیتوں کو جماعت کی تعمیر و ترقی میں صرف کیا۔

بلاشبہ ان کا دورِ امارت جماعت غرباء اہلحدیث کیلئے ایک زریں باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں جماعت کا خوب تعارف ہوا اور اسے حد درجے قدر و منزلت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔

مولانا سلفی مرحوم جماعت کو بہت بلند مقام پر دیکھنا چاہتے تھے' اس کے لئے انہوں نے لیل و نہار کی پروا کئے بغیر وطن عزیز کے مختلف مقامات کے طوفانی دورے کئے اور ہر اس مقام پر پہنچے جہاں جماعتی افراد کثیر یا قلیل تعداد میں تھے۔ نئے سرے سے تنظیم سازی اور تقریباً سو سے اوپر شاخیں قائم کر کے پورے ملک میں جماعتی نظم کا جال بچھا دیا۔ اور پھر ان قائم کی گئی شاخوں کو مرکز کے ساتھ پوری طرح مربوط اور وابستہ رکھا۔ سابقہ **مشرقی پاکستان بنگلہ دیش** میں بھی جماعت کی تنظیم کے لئے مولانا مقبول احمد مجاہد اور مولانا یحییٰ اوڈم رحمہما اللہ کو بھیجا اور وہاں جماعتی نظم میں نئی روح پھونکی۔ ہر سال مرکز میں سالانہ اجتماع ہوتا جس میں جماعت اہلحدیث کے جید علماء مدعو کئے جاتے۔ دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ کئی روز تک کراچی میں جاری رہتا۔ عوام علمائے کرام کے وعظ سے مستفید ہوتے اور قرآن و سنت کے پُر اثر مواعظ سے اپنی قلب و ذہن کو منور کرتے۔ اس موقع پر مولانا سلفی مرحوم سیاہ جبہ پہنتے' کپڑے کی تیار کردہ خاص ٹوپی سر پر رکھتے اور جب اسٹیج پر بچھائی گئی مسند پر جلوہ افروز ہوتے تو ایسے لگتا جیسے کوئی بادشاہ بیٹھا ہے۔

شعبہ نشر و اشاعت پر بھی مولانا کی گہری نظر تھی۔ چنانچہ ان کے دورِ امارت میں شعبہ تبلیغ نے تین لاکھ کتابچے' پمفلٹ اور اشتہارات اُردو' عربی' فارسی' گجراتی' سندھی' انگریزی اور بنگلہ زبان میں شائع کئے اور تقریباً دو سو کتب شائع کیں'

علاوہ ازیں مولانا مرحوم نے صحیح مسلم مترجم اُردو صحیح ابن ماجہ مترجم اُردو' غنیۃ الطالبین اُردو ترجمہ اور شہرۂ آفاق کتاب "حیات بعد الممات" (سوانح عمری شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی) پر نظر ثانی کر کے ان کتب کو شائع کیا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے کئی نادر اور نایاب کتب کو اپنے اشاعتی ادارے کی طرف سے طبع کروایا اور دین کی خدمت کی۔ مولانا سلفی' خالص دینی ذہن و

فکر رکھنے والے صاحب فضل وکمال عالمِ دین تھے ان کے پیش نظر ہمیشہ اعلائے کلمتہ اللہ اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت اور اس کا احیاء رہا۔ آپ نے نفاذ اسلام کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور اس سلسلے کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریکِ ختم نبوت میں بھی پیش پیش رہے اور اپنا فرض احسن طریقے سے ادا کیا۔ ہمیشہ آمریت کے خلاف آواز اُٹھائی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

مولانا مرحوم مسلک اہلحدیث میں بڑے پختہ 'بڑے ہی وسیع النظر اور وسیع القلب تھے۔ انہوں نے ملکی صورتحال کا جائزہ لیا' حالات کی نزاکت کو سمجھا اور دین کو سیاست سے علیحدہ کرنے کے فرسودہ تخیل کو لایعنی متصور کیا۔ دراصل وہ اس حقیقت کو سمجھ چکے تھے کہ

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

چنانچہ آپ بلاکسی ہچکچاہٹ کے سیاسی مجالس میں شرکت فرماتے' پاکستان میں جس جگہ بھی آپ کو بلایا گیا آپ گئے ۱۹۷۰ء لاہور میں آٹھ جماعتی متحدہ اسلامی محاذ قائم ہوا تھا۔ اس کے سربراہ نواب زادہ نصر اللہ خاں صاحب تھے اور سیکریٹری مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب کو بنایا گیا تھا۔

یہ اسلامی متحدہ محاذ ۱۹۷۰ء میں ہونے والے الیکشن کے موقع پر معرض وجود میں آیا تھا اس کا مقصد پی پی کا مقابلہ کرنا تھا۔ ان آٹھ جماعتوں کے زیر اہتمام ۱۰/ اکتوبر ۷۰ء کو موچی دروازہ میں ایک عظیم الشان سیاسی جلسہ ہوا۔ اس جلسۂ عام میں جماعت غرباء اہلحدیث کی نمائندگی حضرت الامام مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم نے کی تھی۔ آپ نے کراچی سے لاہور تشریف لاکر جلسۂ عام سے میں خطاب کیا اور لوگوں کو خوب محظوظ کیا۔ یہاں جب آپ اسٹیج پر تشریف لائے تو پیر اشرف صاحب آپ کے حسن وجمال اور وقار ووجاہت کو دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گئے اور وہ امام صاحب سے بے حد متاثر ہوئے۔ مولانا مرحوم کی دینی خدمات کے ساتھ سیاسی خدمات بھی لائقِ تحسین ہیں۔ مولانا سلفی مرحوم نامور اہلحدیث خاندان کے عظیم المرتبہ عالمِ دین تھے۔ دینی حلقوں میں انتہائی قدر ومنزلت اور عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ رابطہ عالمِ اسلامی کے شعبہ پیغام مساجد کمیٹی کے معزز رکن تھے۔ آپ کو رابطہ عالمِ اسلامی کے وفود کے ساتھ کئی بار مکہ مکرمہ کے اجلاس میں شرکت کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے سترہ بار حج اور متعدد عمرے کئے۔ مکہ مکرمہ سے انہیں خاص محبت اور اُنس تھا۔ اکثر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ ع

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کے علاوہ حکومت پاکستان نے انہیں صوبائی رویت ہلال کمیٹی کا رکن بنا کر انہیں عزت سے نوازا اور ان کی قدر و منزلت کی۔

گیارہ سالہ دورِ امارت میں دنیائے اسلام کی مقتدر ہستیوں' اسلامی ممالک کے سربراہوں' علماء و فضلاء اور شیوخ سے ملاقات۔

اندرون وبیرونِ ملک آپ جن نامور شخصیات سے متعدد مرتبہ ملے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔
شاہ سعود بن عبدالعزیز مرحوم' شاہ فیصل شہید بن عبدالعزیز مرحوم' شاہ خالد بن عبدالعزیز مرحوم' شاہ فہد بن عبدالعزیز' اُردن کے شاہ حسین بن طلال' عراق کے صدر عبدالسلام عارف' بحرین کے حاکم شیخ سلمان الخلیفہ' قطر کے امیر شیخ حمد بن علی الثانی' سعودی عرب کے مفتی اکبر شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم آل شیخ' وزیر عدل شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ' ادارت البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مرحوم' رابطہ عالم اسلامی کے علی الترتیب تینوں جنرل سیکریٹری' شیخ سرور الصبان مرحوم' شیخ صالح القزاز' شیخ محمد علی الحرکان' رابطہ' عالمِ اسلامی کے عظیم رکن شیخ محمودہ الصواف' مفتیِ اعظم فلسطین سید امین الحسینی' سوئزرلینڈ میں اسلامی سینٹر کے صدر مجاہد اعظم شیخ سعید رمضان' سعودی عرب کے پاکستان میں سابق سفراء' سید عبدالحمید الخطیب' سید عبدالرحمان' محمد الحمد الشبیلی' محمد عبداللہ علی المطلق' شیخ ریاض الخطیب' کونسلر جنرل شیخ فطانی' شیخ عیسیٰ' بحرین اور متحدہ عرب امارات کے سابق سفیر برائے پاکستان شیخ عبداللہ درویش شامل ہیں۔ ان کے علاوہ نائجیریا کے سفیر الحاج ابوبکر کابوتا' عراق کے سفیر سید عبدالقادر گیلانی کویت کے سفیر یوسف الماجد سے ملنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو' وزیر حج واوقاف مولانا کوثر نیازی' کراچی کے سابق کمشنر سید اے ٹی نقوی' سید دربار علی شاہ' جناب مسعود نبی نور وغیرہ سے بھی کئی بار ملے۔ ان تمام کو جماعت غرباء اہلحدیث سے متعارف کروایا' ان کے سامنے جماعت کے اغراض و مقاصد' قواعد و ضوابط' نصب العین اور جماعت کی دعوت پیش کی۔ ان اکابرین نے جماعت کی خدمات کو سراہا جماعتی کارکردگی پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور مرکز جماعت جامع محمدی میں کئی بار تشریف بھی لائے۔ مولانا سلفی مرحوم نے اخلاص و للہیت اور جہدِ مسلسل سے اپنے والدِ مکرم مولانا عبدالستار محدث دہلوی اور استاذ مکرم مولانا عبدالجلیل خاں صاحب رحمہما اللہ کی قائم کردہ اسلامی درسگاہ' مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام کراچی کی خونِ جگر سے آبیاری کی۔ آپ اس "مادر علمی" کی تعمیر و ترقی میں ہمیشہ سرگرمِ عمل اور ہمہ تن مصروف رہے۔ آپ کے زیر اہتمام مدرسے کے

درودیوار قال اللّٰہ وقال الرسولؐ کی دلنواز صداؤں سے گونجتے رہے۔ زیر تعلیم طلباء کی رہائش، تعلیم اور کھانے کا آپ نے اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا۔ درسِ نظامی کے ساتھ شعبہ تجوید، حفظ قرآن اور اُردو پرائمری تعلیم کا بھی انتظام اچھا تھا۔ آپ طلباء کے ساتھ انتہائی محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے بلکہ انہیں اپنی سگی اولاد سے بھی عزیز سمجھتے۔ اکثر و بیشتر طلباء کو اپنے گھر لے جاتے اور مختلف انواع واقسام کے کھانوں سے ان کی ضیافت کرتے۔ طلبہ کی ضرورتوں کا خیال رکھتے اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی کرتے۔ وہ دین اسلام کے ان شاہینوں اور نونہالوں کی تیز پرواز کے متمنی تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ اپنے ادارے کو دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے، اس سلسلے میں وہ بڑے بے چین رہتے تھے۔ آپ کی کوشش تھی کہ اپنی موجودہ درسگاہ کو وسعت دے کر اسے ایک بڑی اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گلشن اقبال کراچی میں ۱۶ ہزار مربع گز زمین حاصل کی اور ایک عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی تعمیر کرنے کی داغ بیل ڈالی۔

آپ نے یونیورسٹی کی تعمیر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بڑی جدوجہد کی اور کئی بیرونی ممالک کے سفر کئے۔ اس میں ان کو خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سلسلے میں صحافتی کانفرنسیں بھی کیں اور اپنے ادارے کے مستقبل سے وطن عزیز کے لوگوں کو روشناس کرایا۔ مولانا سلفی مرحوم کی کاوش سے عظیم یونیورسٹی کی زمین حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی بعد میں جماعت نے مرحوم کی خواہش کے مطابق اس کا نام ان کے والد مرحوم کے نام کی نسبت سے **جامعہ ستاریہ اسلامیہ** رکھا۔ افسوس کہ مولانا سلفی مرحوم اپنی درسگاہ کو پھلتا پھولتا نہ دیکھ سکے اور اس کی تعمیر سے پہلے وفات پاگئے۔ غفر اللّٰہ لہٗ و نوّر اللّٰہ مرقدہٗ۔

بلاشبہ وہ عظیم المرتبہ عالمِ دین مولانا امام عبدالستار محدثؒ دہلوی کے بلند مقام فرزند تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم کی زندگی میں بھی دین کا بہت کام کیا، اور ان کی وفات کے بعد تو یوں سمجھئے کہ خود کو امور خیر انجام دینے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ نہایت مستعد اور جفاکش عالمِ دین تھے۔ قیام پاکستان کے بعد سے لے کر وفات تک ۲۸،۲۷ سال مسلسل درس و تدریس اور وعظ و تقریر سے دعوتِ دین کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور نادار لوگوں کا انتہائی خیال رکھتے تھے اور ہر طرح جس قدر ممکن ہوتا ان کی مدد فرماتے۔ وہ ہر دلعزیز تھے جس محفل میں ہوتے توجہ کا مرکز بن جاتے، ان کی بذلہ سنجی، حاضر جوابی، قادر الکلامی، شگفتگی سب کو متوجہ کر لیتی۔ عوام کی زبان

میں گفتگو کرنے کا بھی سلیقہ تھا اور قصر حکومت میں رہنے والوں کے بھی رمز شناس تھے، غرض وہ جامع الحیثیات شخصیت کے حامل تھے۔ اتحاد اُمت کے بڑے داعی اور عالم اسلام میں یکجہتی کے حد درجے متمنی تھے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح تمام اسلامی ممالک طاغوتی طاقتوں کے مقابل ایک جگہ متحدہ ہو جائیں اس سلسلے میں قومی اخبارات میں ان کے بیانات بھی شائع ہوئے اور انٹرویو بھی۔ ذیل میں ہم ان کے اہم انٹرویو نقل کر رہے ہیں۔ یہ انٹرویو اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ لاہور کے موقع پر اخبارات کی زینت بنا تھا۔

مولانا سلفی مرحوم کی طرف سے یہ باتیں "اتحاد امت" کے لئے ایک "نسخہ کیمیاء" ہے۔ مولانا سلفی مرحوم سے پوچھا گیا کہ ....

سوال...... عالمِ اسلام میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے سب سے بڑا اور مؤثر اقدام آپ کے علم میں کیا ہو سکتا ہے؟

جواب...... عالمِ اسلام میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے مؤثر اقدام یہ ہو سکتا ہے کہ انہیں قرآنِ مجید کا وہ سبق یاد دلا دیا جائے جس میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی دعوت دی گئی ہے اور وہ ہے

واعتصموا بحبل الله جميعًا ولا تفرقوا-

سوال...... دینی شعور کے بیدار کئے بغیر کیا عالمِ اسلام کا اتحاد ممکن ہے؟

جواب...... بالکل نہیں، اتحاد کی اصل بنیاد جو تمام مسلمانوں کے درمیان مشترک ہے وہ صرف دینِ حنیف ہی ہے اس لئے دینی شعور کو بیدار کئے بغیر اگر اتحاد ہو بھی سکا تو اس کی حیثیت تار عنکبوت کی سی ہو گی۔

سوال...... عالمِ اسلام کا اتحاد بحال کرنے کے لئے اس کانفرنس کے بعد آپ کے خیال میں اگلا قدم کیا ہونا چاہئے؟

جواب...... میری ناقص رائے میں دوسرا قدم یہ ہونا چاہئے کہ تمام اسلامی ممالک کو باہم مربوط رکھنے کے لئے ہر سال عظیم پیمانے پر ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں اتحاد کی بحالی سے پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لیا جائے اور تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کے لئے ایسے اقدامات کئے جائیں جس کے حالات متقاضی ہوں۔

سوال...... لادینی طبقے کی طرف سے زبان کی اجنبیت کو عالمِ اسلام کے اتحاد میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ آپ کے خیال میں یہ مفروضہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب...... میری رائے میں لادینی طبقے کا استدلال اس کے بارے میں لایعنی ہے۔ زبان کی اجنبیت کے باوجود عالمِ اسلام کا اتحاد ممکن ہے۔ البتہ عام مسلمانوں کے قلوب میں ایمان کی حرارت پیدا کرنا شرط ہے۔

سوال......اسلامی ملکوں کے درمیان باہمی فوجی معاہدے کا امکان آپ کی نظر میں کہاں تک ناگزیر ہے؟

جواب...... میری رائے میں اسلامی ممالک کے درمیان دفاعی معاہدوں کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ اس کے دو فائدے ہیں' اولاً اس طرح ہم دفاعی امور میں غیر طاقتوں کے محتاج اور دستِ نگر نہیں رہیں گے۔ ثانیاً تمام اسلامی ممالک انشاء اللہ دفاع کے اعتبار سے دُنیا کی عظیم طاقت بن جائیں گے اور اُن کی حیثیت بنیان مرصوص کی ہو جائے گی۔

سوال...... وحدتِ اسلامی کو تباہ برباد کرنے کے لئے علمی استعمار کے اجیر مسئلہ قادیانی اور بہائی مشینریاں جو اکثر وبیشتر ہمارے ملکوں میں شوخ چشمیاں کرتے رہتے ہیں' عالمِ اسلام کے سربراہ اس مسئلے کا علاج کس طریقے سے کر سکتے ہیں؟

جواب...... میری رائے میں چونکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے علماء نے بہائی اور احمدی فرقے کو کافر قرار دے دیا ہے اس لئے عالمِ اسلام کے سربراہوں کو چاہئے کہ وہ اسی نقطہ کو ذہن نشین رکھیں اور ان سے سیاسی واقتصادی معاملات میں وہی معاملہ کریں جس کا دین متقاضی ہے۔

سوال...... عصرِ حاضر میں اسلام کا نمبر ایک کیا ہے؟

جواب......وحدت واخوت جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے دنیا بھر میں ہم ذلیل وخوار ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا انما المؤمنون اخوة۔

سوال......اتحاد' اتحاد کے ان خوشنما وعدوں کے باوجود مصر اور لیبیا کا اتحاد کیوں نہ قائم رہ سکا؟

جواب...... میری ناقص رائے میں ان کے معاہدے میں بعض ناپسندیدہ عناصر کی نیتیں فاسد اور مقاصد غیر دینی اور رجحانات غیر صالح ہیں اور کسی نہ کسی درجہ میں بڑی طاقتوں کا اثر بھی کار فرما ہے۔

سوال......ہمارے ہاں کے دینی مدارس' عالمِ اسلام کے افراد کو متحد کرنے میں کہاں تک معاون ثابت ہوئے ہیں بطور مثال خود آپ کا اپنا مدرسہ ہے؟

جواب...... یہ آپ نے بہت اچھا سوال کیا یہ بڑی تلخ اور افسوسناک حقیقت ہے کہ ہمارے دینی

مدارس نے عالم اسلام کو متحد کرنے کے لئے کوئی موثر اقدام اور اہم کردار ادا نہیں کیا جس میں میرا مدرسہ بھی شامل ہے اور مجھے اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ہے دراصل دینی مدارس کے ذرائع اور وسائل اس باب میں بہت ہی محدود ہیں۔ بلاشبہ ہمارے یہ دینی مدارس مشترکہ طور پر ایک ایسا پروگرام بناتے جو تمام عالمِ اسلام سے روابط قائم کرنے کا سبب بنتا اور اس سے ہم اپنے سیاسی تمدنی اور دینی وسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہوسکتے تو آج ہمارا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ ہم نے اس انداز پر آج سے پہلے کبھی سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی لیکن اب جبکہ ہمارے ملک میں سربراہ کانفرنس ہو رہی ہے ہمارے لئے ان خطوط پر چلنے کے لئے انشاء اللہ حالات مساعد ہو جائیں گے۔

مولانا سلفی مرحوم کے مذکورہ ارشادات آج بھی اتحادِ اُمّت کے داعیوں کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں کہ وہ ان خطوط پر اُمّت کو متحد کرسکتے ہیں لیکن...... "اے بسا آرزو کہ خاک شد۔"

مولانا عبدالغفار سلفی المعروف بھائی جان نے اپنی زندگی کے آخری ایام بستر علالت پر گزارے وہ ۱۳ ماہ کا طویل عرصہ بخار میں مبتلا رہے۔ جب کبھی افاقہ ہوا تو پہلے کی طرح جوش و جذبے اور سرگرمی سے جماعتی امور کی انجام دہی میں مصروف ہوجاتے آپ نے ایک ماہ قبل عیدالفطر کا خطبہ اور نماز مرکزی جماعت کی عیدگاہ میں بڑے پرجوش انداز سے پڑھائی۔ بالآخر ۶ ر اور ۷ ر ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ (۲۰ ر اور ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۷۷ء) کی درمیانی شب اسلاف کی یہ نشانی ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے اُٹھ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز ۲۱ ر اکتوبر کو نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس موقع پر ہزاروں افراد شریکِ دُعا تھے۔ یوسف پورہ قبرستان میں جماعت غرباء اہلِ حدیث کے محبوب امام اور خاندان الشیخ عبدالوہاب کے "گلِ سرسبز" کی تدفین عمل میں آئی' ہزاروں عاشقان نے نمناک واشکبار آنکھوں سے انہیں سپردِ خدا کیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ ابرد اللہ مضجعہ و نور اللہ مرقدہٗ۔ مرحوم نے بیو[illegible] پیچھے چھوڑے ہیں۔

جماعت غرباء اہل حدیث کے اغراض و مقاصد

- کلمہ "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی دعوت دینا۔
- خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تمام انبیاء، اولیاء اور اکابرین کا احترام کرنا۔
- قرآن حکیم اور کتب احادیث (صحاح ستہ وماوافق بھا) کی محافظت کرنا۔
- صحیح اسلام جو قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ میں قلمبند ہے، کی اشاعت وتبلیغ کرنا۔
- اتحاد، اتفاق اور اجتماعی زندگی کی رغبت دلانا۔
- کل افراد مومنین کو ایک نظام شرعی کے ماتحت ایک اسلامی برادری تصور کرنا۔
- خلق خدا کی حتی المقدور ہمدردی وخدمت کرنا۔
- معاشرت، معاملت اور اخلاق کی اصلاح کرنا۔
- امیر و مامور کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔
- جمیع تنازعات واختلافات کے وقت اپنے امیر کی طرف رجوع کرنا اور امیر کتاب وسنت کی روشنی میں جو فیصلہ دے اسے بسروچشم تسلیم کرنا۔

(تلک عشرہ کاملۃ)

Printed by : Hamna Print Land Ph : 2632692